نماز میں قرأت کے احکام ومسائل

قرأت میں ترتیب کالحاظ:

سوال: نماز میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورتیں جوضم کی جاتی ہیں، ان کی ترتیب حسب ذیل کی جاتی ہے۔

یعنی! اول ''إِذَاجاءَ'' پھر ''تَبَّتْ'' یااسی طرح اول ''أَ لَمْ تَرَ كَيْفَ'' اور دوسری میں ''لِإِيلَافِ'' یہ صورت تو مسنون اور جائز کہی جاتی ہے، کیااس کے خلاف بھی جائز ہے؟ مثلاً: پہلی رکعت میں ''تَبَّتْ'' اور دوسری میں ''إِذَا جَاءَ'' وغیرہ وغیرہ۔

ایک شخص اول رکعت میں ''إِذَا جَاءَ'' پڑھتا ہے اور دوسری میں ''قُلْ هُوَاللّٰهُ'' یا سورۂ ناس ملاتا ہے، کیا یہ درست ہے؟ ایک شخص اول رکعت میں نصف ''سورۂ مزمل'' مثلاً پڑھ کر پھر ''قُلْ هُوَاللّٰهُ'' پڑھ کر جمعہ کی نماز میں رکوع کرتا ہے اور دوسری رکعت میں معوذتین دونوں پڑھ کر رکوع کرتا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا واجب ہے، (۱) پس پہلی رکعت میں ''تَبَّتْ'' اور دوسری میں ''إِذَا جَاءَ'' پڑھنا ... درست نہیں ہے اور فرائض میں ایک چھوٹی سورت کا فاصلہ کرنا، مثلاً پہلی رکعت میں ''إِذَا جَاءَ'' اور دوسری رکعت میں ''قُلْ هُوَاللّٰهُ'' پڑھنا مکروہ ہے، (۲) اور نوافل میں ایسا کرنا درست ہے اور ایک رکعت میں نصف ''سورۂ مزمل'' مثلاً پڑھ کر ''قُلْ هُوَاللّٰهُ'' اس کے ساتھ ملانا مکروہ ہے۔ اسی طرح دوسری رکعت میں معوذتین یعنی دوسورتیں پڑھنا بھی اچھا نہیں ہے، اگر چہ نماز صحیح ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۲/۲-۲۲۳)☆

---

(۱) ... وفی التجنیس: لوقرأ سورة ثم قرأ الثانية سورة قبلها ساهياً لايجب عليه السجود لأن مراعاة ترتيب السور من واجبات نظم القرآن، لا من واجبات الصلاة، فتركها لايوجب سجود السهو. (البحرالرائق، سجود السهو: ۱۰۲/۲، دارالكتاب الإسلامي بيروت. انيس)

(۲) اگرکوئی اس طرح پڑھ لے تو نماز کراہت کے ساتھ جائز ہوگی، سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔ انیس

(۳) ويكره الفصل بسورة قصيرة وأن يقرأ منكوسًا إلا إذا ختم فيقرأ من البقرة... و لا يكره فی النفل شیء من ذلک. (الدرالمختار)

وفی التاترخانية: إذا جمع بين سورتين فی ركعة رأيت فی موضع أنه لابأس به. وذكر شيخ الإسلام: لاينبغی له أن يفعل، إلخ. (رد المحتار، فصل فی القراءة: ۵۱۰/۱، ظفير)

==

نماز میں ترتیب سوَر کا لحاظ:

سوال: ترتیب سوَرِ قرآنیہ کا نماز میں کیا حکم ہے؟ مثلاً ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ کے بعد ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

فرائض وواجبات میں اس تقدیم وتاخیر کو مکروہ لکھا ہے اور نوافل میں درست ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۶/۲-۲۳۷) ☆

== (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب الاستماع للقرآن فرض كفاية، قبيل باب الإمامة، انيس)

☆ قرأت میں ترتیب:

سوال: ہماری مسجد میں امام صاحب نے عشا کی نماز کی پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ کا آخری رکوع اور دوسری رکعت میں دوسرے پارہ کے دوسرے رکوع کی تلاوت فرمائی، نماز ختم ہونے کے بعد ایک صاحب نے یہ اعتراض کیا، تلاوت میں تسلسل کا لحاظ نہیں کیا گیا ہے، نیز سجدۂ سہو بھی نہیں کیا گیا، اس لئے نماز کا اعادہ ضروری ہے، ان کے اصرار کے بعد نماز کو دوبارہ لوٹا لیا گیا تو کیا اس صورت میں نماز کا لوٹانا ضروری ہے؟ (محمد افضل، عثمانیہ یونیورسیٹی کالونی، شیخ پیٹھ)

الجواب

جو صورت آپ نے ذکر کی ہے، اس میں نماز ادا ہوگئی، نماز کو دہرانے کی ضرورت نہیں تھی؛ تاہم اس طرح قرآن پڑھنا بہتر نہیں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"ولو قرأ في ركعة من وسط سورة أو من آخر سورة وقرأ في الركعة الأخرىٰ من وسط سورة أخرى أو من آخر سورة أخرى لا ينبغي له أن يفعل ذلك علىٰ ما هو ظاهر الرواية، ولكن لو فعل ذلك لا بأس به، كذا في الذخيرة". (الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۸۷/۱، الفصل الرابع في القراءة. محشى)

ترجمہ: "اگر ایک رکعت میں کسی سورہ کا وسطی یا آخری حصہ پڑھے، اور دوسری رکعت میں دوسری سورت کا وسطی یا آخری حصہ، تو یہ مناسب نہیں، یہی ظاہر روایت ہے؛ لیکن اگر ایسا کر ہی گزرے، تو جائز ہے"۔

اگر دوسرے پارہ سے مراد کوئی اور پارہ نہیں، بلکہ پارہ سیقول ہے، تو یہ صورت خلاف ترتیب قرآن پڑھنے کی ہے، قصداً ترتیب کی خلاف ورزی مکروہ ہے؛ لیکن نماز ہو جاتی ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۱۹۶/۲-۱۹۷)

(۱) **ويكره الفصل بسورة قصيرة وأن يقرأ منكوسًا ... ولا يكره في النفل شيء. (الدر المختار)**

(قوله وأن يقرأ منكوسًا) بأن يقرأ في الثانية سورة أعلىٰ مما قرأ في الأولىٰ؛ لأن ترتيب السور في القراءة من واجبات التلاوة. (رد المحتار، فصل في القراءة: ۵۱۰/۱، ظفير) (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة، مطلب الاستماع للقرآن فرض كفاية، قبيل باب الامامة: ۵۴۶/۱، دار الفكر، انيس)

☆ نماز میں سورتوں کے درمیان ترتیب:

سوال: قرآن میں جس ترتیب سے سورتیں ہیں، اسی ترتیب سے نماز میں سورتیں پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟ (عائشہ جبین، تالاب کٹہ) ==

آیتوں میں ترتیب:

سوال: نماز میں کسی نے ایک آیت طویل اور تین آیتیں چھوٹی پڑھیں، تو ان تین آیتوں میں ترتیب ضروری ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی نے ایک آیت چھوٹی پڑھی، اس کے بعد دو یا تین آیت سہواً چھوڑ کر پھر تین یا چار آیت پڑھی، تو نماز ہوئی یا نہیں؟ مثلاً سورۂ صف کی اول آیت پڑھی اور دوسری تیسری سہواً چھوڑ کر چوتھی آیت سے آخر رکوع تک پڑھ کر رکعت پوری کی۔

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

سورۂ صف کے پڑھنے میں اگر ایک دو آیتیں پڑھنے کے بعد چند آیتیں سہواً چھوٹ گئیں اور اس کے بعد کی آیتیں ترتیب کے ساتھ پڑھی گئیں تو نماز درست ہوگئی، نہ اعادہ کی حاجت ہے اور نہ سجدۂ سہو کی۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ابوالمحاسن محمد سجاد کان اللہ لہ۔ ۱۱/۲/۱۳۴۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴۴/۱) ☆

== الجواب ــــــــــــــــــ

فقہا نے لکھا ہے کہ نماز میں سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا واجب ہے، لیکن اگر کسی وجہ سے ترتیب قائم نہ رہ سکی، تو نہ سجدۂ سہو واجب ہوگا اور نہ نماز کو لوٹانا، گویا اس کی نماز کچھ نقص کے ساتھ ہوگئی۔

"إذا قرأ في الركعة الأولىٰ سورة وقرأ في الركعة الثانية سورة قبلها لا سهو عليه". (الفتاویٰ التاتارخانية: ۱/۱۷۷)

ترتیب سے مراد یہ ہے کہ پہلی رکعت میں جو سورت پڑھی گئی ہے، دوسری رکعت میں اس کے بعد والی سورت پڑھی جائے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۲/۲۰۳-۲۰۵)

(۱) **وإذا انتقل من آية إلى آية أخرىٰ من سورة أخرىٰ أو من هذه السورة وبينهما آيات يكره. (المحيط البرهاني، الفصل الرابع في كيفيتها: ۱/۳۰۴، دار الكتب العلمية بيروت. انيس)**

☆ نماز میں آیات وسورتوں کا خلاف ترتیب پڑھنا:

سوال: کوئی امام پہلی رکعت میں انتیسویں پارہ کی کوئی سورۃ پڑھے اور دوسری رکعت میں دوسرے پارہ کی آیات پڑھے، تو نماز ہوئی یا نہیں، اگر ہوئی تو کیسی نماز ہوئی؟

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

قرآن شریف جس ترتیب سے ہے، اس کے خلاف نماز میں پڑھنا مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ابوالمحاسن محمد سجاد کان اللہ لہ۔ ۱۹/۱۱/۱۳۴۴ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱/۴۳-۴۴)

خلاف ترتیب سورتیں نماز میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے:

سوال: امام یا منفرد نماز فرض یا سنت ونفل میں پہلی رکعت میں ''لِإِیْلاَفِ'' اور دوسری میں ''سورۂ فیل'' یا پہلی رکعت میں ''سورۂ فیل'' اور دوسری میں ''أَلَمْ نَشْرَحْ'' پڑھیں تو نماز مکروہ تحریمی ہوئی یا مکروہ تنزیہی اور نماز قابل اعادہ ہے یا نہیں؟

الجواب

نماز فرض وواجب میں اس طرح برعکس ترتیب یعنی معکوس پڑھنا مکروہ تحریمی ہے،(۱) اور نوافل میں مکروہ نہیں ہے۔

''وأن یقرأ منکوسًا، الخ، ولایکرہ فی النفل شئ من ذلک'' الخ.(۲)

اور امام ومنفرد کا حکم اس بارہ میں برابر ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۲۴/۲) ☆

(۱) قالوا: یجب الترتیب فی سور القرآن، فلو قرأ منکوسًا أثم لکن لایلزمه سجود السهو؛ لأن ذلک من واجبات القراءة لا من واجبات الصلاة، کما ذکره فی البحر فی باب السهو، الخ. (رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۴۲۶/۱، ظفیر) (مطلب کل صلاة أدیت مع کراهة التحریم تجب إعادتها، انیس)

(۲) الدر المختار علی هامش رد المحتار، فصل فی القراءة: ۵۱۰/۱-۵۱۱، ظفیر)(کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل فی القراءة، مطلب الاستماع للقرآن فرض کفایة، قبیل باب الإمامة، انیس)

☆ **قراءت خلاف ترتیب کی کراہت:**

سوال: استفتاء نمبر: ۲۴۹۵، موصول ہوا، آپ نے نمبر:۳ میں تحریر فرمایا ہے کہ فرائض اور واجبات میں اس تقدیم وتاخیر کو مکروہ لکھا ہے اور نوافل میں درست ہے، مجھے اس میں کچھ کلام ہے۔

آج میری نظر سے بخاری شریف کی ایک حدیث گذری، جس میں یوسف بن مالک راوی ہیں کہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ! ''اے ام المومنین مجھے اپنا قرآن شریف دکھا دیجئے؟ آپ نے فرمایا: کیوں؟ کہا: اس لئے کہ اس کی ترتیب کے موافق اپنا قرآن کراؤں، اس لئے کہ لوگ بے ترتیب پڑھ رہے ہیں، آپ نے فرمایا کہ تیرا کچھ حرج نہیں ہے، جونسی آیت چاہے پڑھ لے''۔(الصحیح للبخاری، باب تألیف القرآن (ح:۴۹۹۳) انیس)

اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ بخاری شریف میں کہیں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی، تو پہلی رکعت میں سورۂ کہف اور دوسری میں سورۂ یوسف پڑھی۔(صحیح البخاری، تعلیق:۱۵۴/۱، دارطوق النجاۃ-انیس) اس سے معلوم ہوا کہ یہ تقدیم وتاخیر مکروہ نہیں ہے۔

الجواب

بندہ نے جو کچھ دربارہ کراہت خلاف ترتیب فرائض میں پڑھنے کو لکھا تھا، وہ حنفیہ کا مذہب ہے اور اس میں احتیاط ہے، باقی یہ اس کا مطلب نہ تھا کہ اس میں کسی کا خلاف نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ بعض دیگر حضرات اس کو مکروہ نہ کہتے ہوں، مگر حنفیہ کا مذہب وہ ہے جو بندہ نے لکھا ہے، چنانچہ درمختار میں اس کی تصریح ہے۔(ویکره الفصل بسورة قصیرة و أن یقرأ منکوسًا...ولایکره فی النفل شئ من ذلک.(الدر المختار علی هامش رد المحتار، فصل فی القراءة: ۵۱۰/۱، ظفیر)(کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل فی القراءة، مطلب الاستماع للقرآن فرض کفایة، قبیل باب الامامة، انیس) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۴۹/۲)

خلاف ترتیب قرأت کا کیا حکم ہے:

سوال: فرضوں کی پہلی رکعت میں ﴿قُلْ هُوَاللّٰه﴾ اوردوسری میں ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ پڑھی جاوے،تو جائز ہے یامکروہ؟اورتراویح کی پہلی رکعت میں ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ'' اوردوسری میں سورۂ بقرہ کی چند آیات پڑھنا کیسا ہے؟اورپہلی رکعت میں غلطی سے سولھویں پارہ کارکوع پڑھااوردوسری میں پندرہویں پارہ کارکوع پڑھا،یہ صورت مکروہ ہے یا کیا؟

الجواب

پہلی رکعت فرض میں ﴿قُلْ هُوَاللّٰه﴾اوردوسری رکعت میں ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ پڑھنا جائز ہے،مکروہ نہیں ہے۔(۱)اسی طرح تراویح میں پہلی رکعت میں ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾اوردوسری رکعت میں اول سورۂ بقرہ سے چند آیات پڑھناجائز ہے،(۲)اورسہواًاگرپہلی رکعت میں سولھویں پارہ کارکوع اوردوسری رکعت میں پندرہویں پارہ کارکوع پڑھا گیا،تواس میں بھی کچھ کراہت نہیں ہے،البتہ فرضوں میں قصداًایسانہ کرناچاہئے کہ مکروہ ہے بھول کرہوتو کچھ حرج نہیں ہے۔(۳)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۵۷-۲۵۸)☆

(۱) اس میں کراہت کی کوئی وجہ نہیں ہے،اس لئے کہ ترتیب کے مطابق ہے،البتہ خلاف ترتیب مکروہ ہے۔

''ويكره الفصل بسورة قصيرة وأن يقرأ منكوسًا.(الدرالمختارعلى هامش رد المحتار،باب صفة الصلاة، فصل في القراءة:۱/۵۱۰)

اوراگرشبہ ہوکہ ﴿قُلْ هُوَاللّٰه﴾چھوٹی ہےاور﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ بڑی،تو یہ برائے نام ہےاورکراہت کے لئے تین آیت سےزیادہ ہوناچاہئے۔

''(وإطالة الثانية على الأولى يكره) تنزيهًا (إجماعًا إن بثلاث آيات)الخ (وإن بأقل لا) يكره.(أيضًا:۱/۵۰۶) والله أعلم،ظفير)(كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،فصل في القراءة،قبل باب الإمامة،انيس)

(۲) وإذا قرأ في الأولى﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ ينبغي أن يقرأها في الثانية أيضًا إلخ وفي الولوالجية: من يختم القرآن في الصلاة إذا فرغ من المعوذتين في الركعة الأولى يركع ثم يقوم في الركعة الثانية يقرأ بفاتحة الكتاب وشئ من البقرة.(غنية المستملي:۴۶۳،ظفير)

(۳) أفاد أن التنكيس أو الفصل بالقصيرة إنما يكره إذا كان عن قصد،فلوسهوًا فلا،كما في شرح المنية.(رد المحتار، كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،فصل في القراءة،مطلب الاستماع للقرآن فرض كفاية،قبيل باب الإمامة:۱/۵۱۰،ظفير)

☆ خلاف ترتیب قراءت کا کیا حکم ہے:

سوال: درقراءۃ تقدیم''اَلَمْ نَشْرَحْ'' وتاخیر''وَالضُّحٰی'' جائز است یانہ؟واگرسہواًایں چنیں کندسجدۂ سہوہست یانہ؟ (قراءت میں ''اَلَمْ نَشْرَحْ''کومقدم کرنااور''وَالضُّحٰی''کومؤخرکرناجائز ہے یانہیں؟اوراگرسہواًایسا کرے،تو سجدۂ سہو ہے یانہیں؟)==

پہلی رکعت میں مزمل کا حصہ اور دوسری میں بقرہ کا حصہ پڑھا، تو نماز ہوئی یا نہیں:

سوال: امام نے مغرب کی اول رکعت میں بعد الحمد شریف پہلا رکوع سورہ مزمل کا پڑھا، دوسری رکعت میں پہلا رکوع ''الٓم'' کا پڑھا اور سجدۂ سہو بھی نہیں کیا، نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اس صورت میں نماز صحیح ہوگئی اور سجدۂ سہو لازم نہیں ہوا، مگر آئندہ اس طرح خلاف ترتیب قرآنی نہ پڑھنا چاہئے کہ اس طرح پڑھنا فرائض میں مکروہ ہے۔ **كذا في الدر المختار:**

''**ويكره الفصل بسورة قصيرة وأن يقرأ منكوسًا**''. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۳۷/۲)

پہلی رکعت میں پارہ ستائیس سے اور دوسری میں پہلے سے پڑھے، تو کیا حکم ہے:

سوال: نماز جمعہ میں رکعت اول میں ستائیسویں پارہ میں سے ایک رکوع پڑھا گیا اور رکعت دوئم میں پارہ اول میں سے ایک رکوع پڑھا، نماز درست ہوئی یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اس طرح پڑھنا فرائض میں مکروہ ہے، اس لئے کہ یہ خلاف ترتیب قرآنی ہے۔

درمختار میں ہے:

''**ويكره الفصل بسورة قصيرة وأن يقرأ منكوسًا**''. **(الدر المختار)**

(قوله وأن يقرأ منكوسًا) بأن يقرأ في الثانية سورة أعلىٰ مما قرأ في الأولىٰ لأن ترتيب السور في القراءة من واجبات التلاوة، الخ. (رد المحتار: ۳۶۷) (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۴۱/۲)

==

الجواب ــــــــــــــــــــ

قصداً تقدیم ''اَلَمْ نَشْرَحْ'' وتاخیر ''وَالضُّحٰی'' نکند وبحالت سہو، سجدۂ سہو نیست۔ (قصداً ''اَلَمْ نَشْرَحْ'' کو مقدم اور ''وَالضُّحٰی'' کو مؤخر نہ کرے، اور سہو کی حالت میں سجدۂ سہو نہیں ہے۔) (**في الدر المختار: ''ويكره الفصل بسورة قصيرة وأن يقرأ منكوسًا''. قال الشامي: لأن ترتيب السور في القراءة من واجبات التلاوة (إلىٰ أن قال) إنما يكره إذا كان عن قصد فلو سهوًا فلا.** (رد المحتار، باب صفة الصلاة، في فصل القراءة، مطلب الاستماع للقرآن فرض كفاية: ۵۱۰/۱، جميل الرحمن) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۶۸/۲)

(۱) رد المحتار، فصل في القراءة: ۵۱۰/۱، ظفير) (الدر المختار علىٰ صدر رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب الاستماع للقرآن فرض كفاية، قبيل باب الإمامة، انيس)

(۲) رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة، مطلب الاستماع للقرآن فرض كفاية: ۵۱۰/۱، ظفير

نماز میں مختلف سورتوں کا رکوع پڑھنا کیسا ہے:

سوال: ایک سورۃ کا رکوع پڑھنا رکعت اول میں اور اسی سورت یا دوسری سورت کا رکوع پڑھنا دوسری رکعت میں، یا دوسری پوری سورت کا پڑھنا دوسری رکعت میں، یا ایک سورت کو دو رکعت میں پڑھنا جائز ہے یا خلاف اولیٰ؟

الجواب

جواب اول یہ ہے کہ یہ سب خلاف استحباب ہے۔ حنفیہ کے نزدیک مسنون ومستحب یہ ہے کہ پوری سورت ایک رکعت میں مفصل میں سے موافق ترتیب فقہا کے پڑھے جو معروف ہے اور کتب فقہ میں مذکور ہے۔

قال الشامی: لأن السنة فی الحضرفی کل رکعة سورة تامة، کما یأتی. (۱)

وفیه بعد صفحة: مع أنهم صرحوا بأن الأفضل فی کل رکعة الفاتحة وسورة تامة. (۲)

پس جزء سورت کا پڑھنا خلاف افضل وخلاف مستحب ہے، جس کا مآل کراہت تنزیہی ہے نہ کہ کراہت تحریمی۔ (۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۲۵۲-۲۵۳)

نماز میں متفرق پاروں سے قرأت جائز ہے:

سوال: میں نے بیشتر فرائض میں متفرق سیپاروں کے رکوع اور مختلف سیپاروں اور سورتوں کی آیات پڑھی ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس سے نمازوں میں کچھ فرق تو نہیں آیا؟

الجواب

جو عمل آپ کا پہلے رہا ہے متفرق آیات نماز میں پڑھنے کا، اس میں کچھ گناہ نہیں ہوا اور نمازوں میں کچھ فرق نہیں آیا۔ البتہ آئندہ کو فرائض میں ہر ایک رکعت میں پوری سورۃ پڑھا کریں، یہ سنت ہے۔ ایک سورت کو دو رکعت میں نہ کریں، متفرق آیات ورکوع بھی نہ پڑھا کریں۔ نفلوں میں درست ہے۔ (۴) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۲۵۹)

(۱) رد المحتار، فصل فی القراءة: ۱/۵۰۳، ظفیر (کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب السنة تکون سنة عین وسنة کفایة، انیس)

(۲) أیضًا: ۱/۵۰۵۔

(۳) وفی الخلاصة: إذا قرأ سورة واحدة فی رکعتین اختلف فیه، والأصح أنه لایکره، ولکن لاینبغی أن یفعل ولو فعل لابأس به، ولوقرأ وسط السورة أو آخرسورة فی الأولیٰ، وفی الثانیة وسط سورة أو آخرسورة أخریٰ: أی لاینبغی أن یفعل، ولوفعل لابأس به، وفی نسخة الحلوانی: قال بعضهم یکره. (فتح القدیر، کتاب الصلاة، فصل فی القراءة، فروع مهمة فی القراءة خارج الصلاة: ۱/۲۹۹، ظفیر)

(۴) الأفضل أن یقرأ فی کل رکعة الفاتحة و سورة کاملة فی المکتوبة، إلخ ولوقرأ بعض السورة فی رکعة ==

رکعات نماز میں مختلف سورتوں کے رکوع پڑھیں، تو کوئی مضائقہ نہیں:

سوال: کوئی امام اگر اس طرح قرأت پڑھا کرے کہ مثلاً اس کو ہر پارہ کا ایک ایک رکوع یاد ہے اور ہر نماز میں ایک رکوع پڑھتا ہے، اسی طرح بالترتیب تمام ختم کرلیتا ہے پھر بعد ختم ابتدا سے شروع کرتا ہے۔ اس طرح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ______________________

اس طرح پڑھنے سے نماز ہوجاتی ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ ہر ایک میں پوری سورۃ پڑھے، اس طریقے سے کہ جس طرح فقہا نے لکھا ہے کہ صبح اور ظہر کی نماز میں طوال مفصل اور عصر وعشا میں اوساطِ مفصل اور مغرب میں قصارِ مفصل میں سے کوئی سورت پڑھے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲/۲۴۶)

فرض میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جزو سورۃ کا پڑھنا صراحتاً ثابت نہیں:

سوال: فرض نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی وقت میں علاوہ سورتوں کے رکوع پڑھے ہیں یا نہیں؟

الجواب ______________________

کتب فقہ میں یہ لکھا ہے کہ ہر ایک رکعت میں پوری سورت پڑھنا مستحب اور سنت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر پوری ہی سورت پڑھی اور شاید کبھی علاوہ سورت کے کہیں سے کوئی رکوع پڑھا ہو، مگر تصریح نہیں ہے۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲/۲۳۸)

== والبعض فی رکعة قیل: یکره، وقیل: لایکره وهو الصحیح ،...ولکن لاینبغی أن یفعل ولو فعل لابأس به، کذا فی الخلاصة، ولو قرأ فی رکعة من وسط سورة أو من آخر سورة وقرأ فی الرکعة الأخریٰ من وسط سورة أخریٰ أو من آخر سورة أخریٰ لاینبغی له أن یفعل ذلک علیٰ ما هو ظاهر الروایة و لکن لو فعل ذلک لابأس به ... هذا کله فی الفرائض و أما فی السنن فلایکره. (الفتاویٰ الهندیة، کشوری، الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الرابع فی القراء ة: ۱/۷۷، ظفیر)

(۱) واستحسنوا فی الحضر طوال المفصل فی الفجر والظهر، وأوسطه فی العصر والعشاء و قصاره فی المغرب الخ الأفضل أن یقرأ فی کل رکعة الفاتحة وسورة کاملة فی المکتوبة، الخ. (الفتاویٰ الهندیة، المصریة، الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الرابع فی القراء ة: ۱/۷۲-۷۳، ظفیر)

عن سلیمان بن یسار عن أبی هریرة أنه قال: ما رأیت رجلا أشبه بصلاة رسول الله صلی الله علیه وسلم من فلان لإمام کان بالمدینة قال سلیمان بن یسار: فصلیت خلفه، فکان یطیل الأولیین من الظهر ویخفف الأخریین ویخفف العصر ویقرأ فی الأولیین من المغرب بقصار المفصل ویقرأ فی الأولیین من العشاء من وسط المفصل ویقرأ فی العداة بطوال المفصل. (مسند الإمام أحمد، مسند أبی هریرة (ح: ۸۳٦٦)

عن الحسن وغیره قال: کتب عمر إلی أبی موسیٰ أن اقرأ فی المغرب بقصار المفصل وفی العشاء بوسط المفصل وفی الصبح بطوال المفصل. (مصنف عبد الرزاق، باب ما یقرأ فی الصلاة (ح: ۲٦۷۲) انیس)

(۲) مع أنهم صرحوا بأن الأفضل فی کل رکعة الفاتحة وسورة تامة. (رد المحتار، فصل فی القراء ة: ۱/۵۰۵) (کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب السنة تکون سنة عین وسنة کفایة، انیس)

سنت ووتر میں متفرق آیات پڑھنے کا حکم:

سوال: سنت مؤکدہ اور وتر میں متفرق آیات پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

وتر اور سنت مؤکدہ میں بھی بہتر پوری سورۃ پڑھنا ہے؛ لیکن متفرق آیات پڑھنا بھی جائز ہے۔(۱)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۵۹-۲۶۰)

پہلی رکعت میں رکوع اور دوسری میں سورۃ کی قرأت کی جائے، تو کیا حکم ہے:

سوال: جو لوگ اول رکعت میں رکوع اور دوسری رکعت میں سورۃ جو رکوع سے بڑی نہیں ہوتی پڑھتے ہیں، یہ جائز ہے یا مکروہ؟

الجواب

کراہت اس میں کچھ نہیں ہے؛(۲) البتہ فضیلت اس میں ہے کہ دونوں رکعت میں پوری پوری سورت پڑھی جاوے۔(کذا فی الشامی) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۳۵) ☆

(۱) لوقرأ فی رکعة من وسط سورة أومن آخرسورة وقرأ فی الرکعة الأخریٰ من وسط سورة أخریٰ أومن آخر سورة أخریٰ لاینبغی له أن یفعل ذلک علیٰ ما هوظاهر الروایة ولکن لوفعل ذلک لابأس به (إلیٰ قوله)هذا کله فی الفرائض وأما فی السنن فلایکره.(الفتاویٰ الهندیة،الباب الرابع فی صفة الصلاة،کشوری،الفصل الرابع فی القراء ة: ۷۷/۱)

(۲) وکذا لوقرأ فی الأولیٰ من وسط سورة أومن سورة أولها ثم قرأ فی الثانیة من وسط سورة أخریٰ،الخ، أوسورة قصیرة الأصح أنه لایکره.(رد المحتار،فصل فی القراء ة: ۱/ ۵۱۰)(کتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،مطلب الاستماع للقرآن فرض کفایة،قبیل باب الإمامة ،انیس)

مع أنهم صرحوا بأن الأفضل فی کل رکعة الفاتحة وسورة تامة.(أیضًا،مطلب السنة تکون سنة عین وسنة کفایة: ۱/ ۵۰۵،ظفیر)

☆ **فجر کی ایک رکعت میں ایک رکوع پڑھا اور دوسری میں کوئی سورت تو کیا حکم ہے:**

سوال: فجر یا کسی نماز میں کسی سورۃ کا رکوع، اور دوسری رکعت میں کسی سورۃ کا جزو یا کل پڑھا تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب

مستحب یہ ہے کہ ہر رکعت میں پوری سورۃ پڑھے۔(والأفضل أن یقرأ فی کل رکعة سورة تامة ولو قرأ بعض السورة فی رکعة وباقیها فی رکعة قیل یکره والصحیح أنه لا یکره،إلخ.(الکبیری: ٤٦٢)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۶۶)

پہلی رکعت میں ایک سورۃ کا ایک حصہ اور دوسری میں دوسری سورت کا حصہ پڑھا جائے تو درست ہے یا نہیں؟

سوال: اگر امام اول رکعت میں ایک سورت کا پہلا رکوع اور دوسری رکعت میں دوسرا رکوع پڑھے، تو جائز ہے یا نہیں؟

سورۂ ناس کا نصف پہلی رکعت میں اور نصف دوسری میں پڑھنا:

سوال: ایک شخص نے رکعت اولیٰ میں سورۃ الناس شروع کردی، نصف سورت پڑھ کر رکوع کردیا اور نصف سورت رکعت ثانی میں پڑھی، آیا نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب

نماز ہوگئی۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۴۲) ☆

ایک سورۃ کو کئی حصے کرکے نماز میں پڑھنے کا حکم:

سوال: بعض امام جو سورت قرآن کی دو رکعتوں میں دو ٹکڑے کرکے پڑھتے ہیں، یا کہیں سے رکوع پڑھ دیتے ہیں، یہ سنت ہے یا خلاف اولیٰ ہے یا مکروہ ہے؟

لجواب

نماز درست ہے۔(ولوقرأ بعض السورة فی رکعة والبعض فی رکعة قیل یکره وقیل لایکره وهو الصحیح، کذا فی الظهیریة.(الفتاویٰ الهندیة المصریة،الباب الرابع فی صفة الصلاة،الفصل الرابع فی القراءة :۷۳/۱، ظفیر) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۳۵)

(۱) ولوقرأ بعض السورة فی رکعة وباقیها فی رکعة قیل یکره والصحیح أنه لایکره. (غنیة المستملی شرح منیة المصلی، تتمات: ٤٦٢، ظفیر)

عن ابن مسعود أنه قرأ سورة بنی إسرائیل إلی قوله ﴿قل ادعوا اللّٰه أو ادعوا الرحمن﴾ فی الرکعة الأولیٰ ثم قام إلی الثانیة وختم السورة.(بدائع الصنائع:۲۰٦/۱،دارالکتب العلمیة.انیس)

☆ **ایک سورت کو دو رکعت میں تقسیم کرکے پڑھنے کا حکم:**

سوال: ایک شخص نے ایک سورت کی تلاوت شروع کی، ایک رکعت میں دو تہائی سورہ پڑھ کر رکوع کرلیا، سورت کا بقیہ حصہ دوسری رکعت میں پڑھا، اس طرح کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلیًا

ایک رکعت میں پوری سورت پڑھنی چاہئے، لیکن اگر دو رکعت میں تقسیم کرکے پڑھا ہے، تو بھی نماز ہوجائے گی۔

"الأفضل أن یقرأ فی کل رکعة الفاتحة وسورة کاملة فی المکتوبة ولوقرأ بعض السورة فی رکعة والبعض فی رکعة قیل:یکره وقیل:لا یکره،وهو الصحیح،کذا فی الظهیریة.ولکن لاینبغی أن یفعل ولوفعل لابأس به". (الفتاویٰ الهندیة: ۷۸/۱)(الباب الرابع فی صفة الصلاة،إلخ،الفصل الرابع فی القراءة،انیس) فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔(حبیب الفتاویٰ:۳/۵۲)

الجواب

في الهندية: الأفضل أن يقرأ في كل ركعة الفاتحة وسورة كاملة في المكتوبة، فإن عجز الآن يقرأ السورة في الركعتين كذا في الخلاصة. ولو قرأ بعض السورة في ركعة والبعض في ركعة قيل: يكره وقيل لايكره وهو الصحيح كذا في الظهيرية، ولكن لاينبغي أن يفعل ولو فعل لا بأس به، كذا في الخلاصة، ولو قرأ في ركعة من وسط سورة أو من آخر سورة وقرأ في الركعة الأخرى من وسط سورة أخرىٰ أو من آخر سورة أخرىٰ لا ينبغي له أن يفعل ذلك علىٰ ماهو ظاهر الرواية، و لكن لو فعل ذلك لا بأس به كذا في الذخيرة، في الحجة لو قرأ في الركعة الأولىٰ آخر سورة و في الركعة الثانية سورة قصيرة كما لو قرأ آمن الرسول في ركعة وقل هو اللّٰه أحد في ركعة لايكره، كذا في التتارخانية. قراءة آخر السورة في الركعتين أفضل من قراءة السورة بتمامها إن كان آخرها أكثر آية من السورة وإن كانت السورة أكثر آية فقرأتها أفضل، هٰكذا في الذخيرة. (۱)

روایات مرقومہ سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں بقول اصح مکروہ نہیں؛ مگر عادۃ اس کے خلاف اولیٰ ہے اور اگر احیاناً ہو تو ایک درجہ میں مسنون بھی ہے۔

روی مسلم عن ابن عباس قال: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقرأ في ركعتي الفجر ﴿قُوْلُوْا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا﴾ والتي في آل عمران ﴿قُلْ يَآ أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ (۲)

۳ رمحرم ۱۳۲۸ھ (تتمہ اولی، صفحہ: ۲۴) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۲۴۹-۲۵۰)

نصف آیت سے قرأت کی ابتدا مناسب نہیں:

سوال: زید ہمیشہ نماز میں قرأت نصف آیت سے شروع کرتا ہے، نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب

نماز ہو جاتی ہے؛ لیکن ایسا نہ کرنا چاہئے کہ یہ امر نامشروع اور خلاف قواعد ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲/۲۴۰)

(۱) الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الرابع في القراءة: ۱/۹٤.

(۲) مشكوٰة المصابيح، كتاب الصلوٰة، فصل أول من باب القراءة في الصلوٰة: ۱/۲٦۷ (الصحيح لمسلم، باب استحباب ركعتي سنة الفجر (ح: ۷۲۷) انيس)

(۳) والأفضل أن يقرأ في كل ركعة سورة تامة. (غنية المستملي: ٤٦۲)

==

آیت کا شروع چھوڑ کر قرأت کی جائے تو نماز ہوئی یا نہیں:

سوال: امام نے بعد سورۂ فاتحہ، سورۂ فتح کے آخر رکوع کی آخیر آیت ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ چھوڑ کر یعنی ﴿وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّاءُ﴾ (الآية) یعنی ﴿مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ أَجْرًا عَظِيْمًا﴾ تک پڑھا نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب

نماز ہوگئی، مگر شروع آیت کا چھوڑنا اچھا نہیں ہوا۔ (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۲۶۳)

سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ﴿سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا﴾ سے قرأت کی ابتدا کرنا خلاف اولیٰ ہے:

سوال: ایک شخص نے سورۂ بنی اسرائیل سے قرأت اس طرح کی کہ ﴿سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا﴾ سے ابتدا کی اور اس کے بعد ختم رکوع تک پڑھتا چلا گیا، نماز کے بعد زید نے کہا کہ نماز فاسد ہوگئی؛ کیوں کہ معنیٰ متغیر ہوگئے، اگر ﴿وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ﴾ سے ابتدا کی جاتی تو نماز درست ہو جاتی، عمرو نے کہا کہ نماز اب بھی درست ہوگئی ہے، اعادہ واجب نہیں، پس فیصلہ فرمایا جائے کہ ان دونوں میں صحیح قول کس کا ہے؟

الجواب

اس طرح قرأت کرنا خلاف اولیٰ ضرور تھا؛ (۲) مگر نماز صحیح ہوگئی، اعادہ کی ضرورت نہیں۔

لأن فواصل الآى فى أنفسها مقاطع فاذا جاز الوقف علىٰ قوله ﴿اِلَّا قَلِيْلاً﴾ جاز الابتداء بقوله ﴿سنة من قد أرسلنا﴾ أيضًا لجواز الفصل بين الحال وذى الحال كقوله تعالىٰ ﴿صِبْغَةَ اللّٰهِ﴾ وهو حال من قوله ﴿بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا﴾ (علىٰ قول وهو كما) ترى مفصول والله تعالىٰ أعلم

۱۸/رجب ۱۳۴۷ھ۔ (امدادالاحکام: ۲/۱۹۵-۱۹۶)

== سورۃ کے بعض حصے کو پڑھنا اور کچھ بعض حصہ کو نہ پڑھنے کو فقہا نے مکروہ لکھا ہے تو آیت ادھوری پڑھنا کب مناسب ہوگا۔
ولوقرأ بعض السورة فى ركعة وباقيها فى ركعة قيل يكره والصحيح أنه لايكره. (أيضًا، ظفير)

(۱) الأفضل أن يقرأ فى كل ركعة الفاتحة وسورة كاملة فى المكتوبة إلخ ولوقرأ فى ركعة من وسط سورة أومن آخرسورة وقرأ فى الركعة الأخرىٰ من وسط سورة أخرىٰ أومن آخرسورة أخرىٰ لاينبغى له أن يفعل ذلك علىٰ ما هو ظاهر الرواية ولكن لوفعل ذلك لابأس به كذا فى الذخيرة، (الفتاوىٰ الهندية المصرية، الباب الرابع فى صفة الصلاة، الفصل الرابع فى القراءة: ۱/۷۳، ظفير)

(۲) لكون الوصل بين الحال وذى الحال حسناً.

فرض نماز میں بتدریج پورا قرآن:

سوال: زید نے فرض نماز میں امام ہوکر تمام قرآن شریف تین چار ماہ میں پڑھا، اخیر پارہ ایک ایک رکعت میں کئی کئی سورہ اور اخیر رکعت میں کسی قدر ﴿الٓمٓ﴾ سے ﴿مفلحون﴾ تک پڑھا، تو اس فرض نماز میں کچھ کراہت ہے یا نہیں؟

الجواب

اس میں تو کچھ حرج نہیں ہے کہ اگر پہلی رکعت میں قرآن شریف ختم کرے، مثلاً ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھی تو دوسری رکعت میں سورۂ بقرہ میں سے کچھ آیتیں پڑھیں۔ کما فی الشامی عن شرح المنیة :

من يختم القرآن فى الصلاة إذا فرغ من المعوذتين فى الركعة الأولٰى يركع ثم يقرأ فى الثانية بالفاتحة وشىء من سورة البقرة لأن النبى صلى الله عليه وسلم قال: خير الناس الحال المرتحل: أى الخاتم المفتتح، الخ.(۱)

لیکن فرائض کی ایک ایک رکعت میں کئی کئی سورتیں پڑھنا تو اچھا نہیں؛ یعنی خلاف اولیٰ ہے۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۲۴۹، ۲۵۰)

نماز میں سورۃ انشقاق وغیرہ پڑھنے کا حکم:

سوال: فرضوں میں سورۂ اقرأ، سورۂ انشقاق یعنی سجدہ والی سورت ارادۃً پڑھنی کیسی ہیں اور ان کے پڑھنے سے نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

---

(۱) رد المحتار، فصل فى القراءة: ۱/۵۱۰، ظفير (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب الاستماع للقرآن فرض كفاية، انيس)

عن رجل من الأسكندرية قال: قيل يا رسول الله ! أى العمل أفضل ؟قال: الحال المرتحل، قال: قيل له: ما الحال المرتحل؟ قال: الخاتم المفتتح .(الزهد والرقائق لابن المبارك والزهد لنعيم بن حماد (ح: ۸۰۰)/ ورواه الدارمى عن زرارة بن أوفٰى عن النبى صلى الله عليه وسلم، باب فى ختم القرآن (ح: ۳۵۱۹)/ ورواه الترمذى عن زرارة بن أوفٰى عن ابن عباس عن النبى صلى الله عليه وسلم ، باب منه (ح: ۲۹۴۸) : ۴۸/۵، دار الغرب الإسلامى بيروت لبنان وقال الترمذى: هذا حديث غريب لانعرفه من حديث ابن عباس إلا من هذا الوجه وإسناده ليس بالقوى ، حدثنا محمد بن بشار قال: حدثنا مسلم بن إبراهيم قال: حدثنا صالح المرى عن قتادة عن زرارة بن أوفٰى عن النبى صلى الله عليه وسلم نحوه بمعناه ولم يذكر فيه عن ابن عباس وهذا عندى أصح من حديث نصر بن على عن الهيثم بن الربيع. انيس)

(۲) ولو جمع بين سورتين فى ركعة لاينبغى أن يفعل ولو فعل لابأس به.(فتح القدير، فصل فى القراءة: ۱/۲۹۹، ظفير)(كتاب الصلاة، فروع مهمة فى الفتاوى، انيس)

الجواب

اگر مقتدی زیادہ نہ ہوں تو سورۂ انشقاق پڑھنے میں کچھ کراہت نہیں اور اگر زیادہ ہوں (جن کے اشتباہ میں پڑنے کا اندیشہ ہو) تو سورۂ انشقاق اور اسی طرح وہ سورتیں، جن میں آیت سجدہ کے بعد تین آیتیں ہوں، ان کا پڑھنا مکروہ ہے۔(۱) (امدادالاحکام:۱۹۶/۲)

نماز میں سورۂ لہب کی تلاوت:

سوال: میرے ایک عزیز کہتے ہیں کہ نماز میں سورۂ لہب نہیں پڑھنی چاہئے، تو کیا نماز میں اس سورہ کے پڑھنے کی ممانعت ہے؟ (محمد جہانگیرالدین، باغ امجدالدولہ)

الجواب

قرآن مجید کی کوئی بھی سورت نماز میں پڑھی جاسکتی ہے۔

"یقرأ فاتحة الکتاب وسورةً أوثلث آیات من أي سورة شاء". (۲)

اگر اس سورہ کے پڑھنے میں کوئی قباحت ہوتی، تو یہ سورت نازل ہی نہیں ہوتی، یا نازل ہوتی تو تلاوت منسوخ کردی جاتی؛ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس لیے عوام میں جو یہ بات مشہور ہے کہ سورۂ لہب نہیں پڑھنی چاہئے، یہ درست نہیں۔

(کتاب الفتاویٰ:۲۰۲/۲-۲۰۳)

(۱) وإذا قرأ آیة السجدة من بین آی السورة فالأولٰی أن یقرأ معها آیات وإن اکتفٰی بقراءة آیة السجدة لم یضره لأن قراءة آیة السجدة من بین الآی کقراءة سورة من بین السور وذلک لا بأس به والمستحب أن یقرأ معها آیات لیکون أدل علی المعنٰی والإعجاز ولأنه ربما یعتقد هو أو بعض السامعین منه زیادة فضیلة فی آیة السجدة ومن حیث إن قراءة الکل سواء فلهذا یستحب أن یقرأ معها آیات. (المبسوط للسرخسی، باب سجود التلاوة: ۴/۲، دار المعرفة بیروت)

وإذا قرأ الإمام آیة السجدة فی صلاة الجمعة فعلیه أن یسجد ویسجد معه أصحابه لأن الجمعة ظهر مقصورة فیقاس بالظهر الممدودة فعلیه أن یسجد ویسجد معه أصحابه فکذا إذا قرأها فی الجمعة، قال شمس الأئمة الحلوانی رحمه اللّٰه: قال مشائخنا: المسألة فی زماننا إذا قرأها الإمام فی الجمعة أن لایسجد لها لامتداد الصفوف وکثرة القوم فإن المکبر إذاکبر لها ظن القوم أنه کبر للرکوع فیرکعون وفیه من الفتنة مالا یخفٰی وهکذا فی صلاة العید، قال شمس الأئمة: هکذا سألت القاضی الإمام الأستاذ رحمه اللّٰه هل یکره لإمام أن یقرأ سورة فیها سجدة یوم الجمعة کما یکره فی صلاة الظهر؟ قال: لیست فیه روایة وینبغی أن یکره لأن الجمع فی حق من لا یسمع قراءة الإمام کصلاة مایجهر فیهابالقراءة. (المحیط البرهانی فی الفقه النعمانی، الفصل الحادی والعشرون فی سجدة التلاوة: ۲۱/۲، دار الفکر بیروت. انیس)

(۲) الهدایة، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۸۷/۱.

امام کو مخصوص سورتوں کا حکم:

سوال: امام کو حکم کرنا کہ فلاں فلاں سورت نماز میں پڑھو اور امام کو ایسا کرنا جائز ہے یا مکروہ؟

الجواب

اگر موافق سنت سورۃ کا امر کیا جاوے، تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۲۵۰)

ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنا کیسا ہے:

سوال: عشا یا صبح کی نماز میں امام ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھے، تو کچھ کراہت تو نماز میں نہیں آئی؟

الجواب

ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنا خلاف اولیٰ ہے، نماز ہو جاتی ہے اور خلاف اولیٰ سے مراد کراہت تنزیہی ہے۔

قال في الشامي: وذكر شيخ الإسلام لاينبغي له أن يفعل علىٰ ما هو ظاهر الرواية، اه، وفي شرح المنية: الأولىٰ أن لايفعل في الفرض ولو فعل لايكره أي لايكره تحريمًا. (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۲۵۵) ☆

(۱) عن جابر. رضي الله تعالىٰ عنه. قال: كان معاذ بن جبل. رضي الله تعالىٰ عنه. يصلي مع النبي صلى الله عليه وسلم ثم يأتي فيؤم قومه فصلى ليلة مع النبي صلى الله عليه وسلم العشاء، ثم أتى قومه فأمهم، فافتتح بسورة البقرة، فانحرف رجل فسلم، ثم صلى وحده وانصرف، فقالوا له، أنافقت يا فلان! قال: لا والله، ولآتين رسول الله صلى الله عليه وسلم فلأخبرنه. فأتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يارسول الله! إنا أصحاب نواضح، نعمل بالنهار وأن معاذًا صلى معك العشاء ثم أتى قومه فافتتح بسورة البقرة فأقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم علىٰ معاذ فقال: يا معاذ! أفتان أنت؟ اقرأ، "وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا، وَالضُّحٰى، وَ اللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى، وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى". متفق عليه. (مشكوٰة، كتاب الصلاة، باب القراءة في الصلاة: ٧٦، ظفير)

(۲) اس عبارت سے پہلے یہ ہے: إذا جمع بين سورتين في ركعة رأيت في موضع أنه لابأس به، ظفير) (رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة، مطلب الاستماع للقرآن فرض كفاية: ١/٥١٠، انيس)

وكذا لو جمع بين سورتين في ركعة واحدة الأولىٰ أن لايفعل في الفرض ولو فعل لايكره. (غنية المستملي: ٤٦٢)

ولو جمع بين سورتين في ركعة لاينبغي أن يفعل ولو فعل لابأس به. (فتح القدير، فصل في القراءة: ١/٢٩٩، ظفير)

☆ سورۂ فاتحہ کے ساتھ ایک رکعت میں دو سورتیں:

سوال: اگر امام سورۂ فاتحہ کے بعد دو سورتوں کی تلاوت کرے تو کیا نماز میں کوئی فرق آئے گا؟ اور نماز ہو جائے گی یا دوبارہ نماز پڑھنی ہوگی؟ (حکیم محمد اکبر نقشبندی، درگاہ یوسفین، نامپلی) ==

مختلف سورتوں کے متفرق رکوع ایک نماز میں پڑھنے کا حکم:

سوال: اگر کسی نے مثلاً: سورۂ بقرہ کا دوسرا رکوع نصف، ایک رکعت میں پڑھا اور سورۂ آل عمران کا دوسرا رکوع نصف، دوسری رکعت میں، یا سورۂ بقرہ کا ہی تیسرا رکوع نصف، دوسری رکعت میں پڑھا، تو نماز ہوئی یا نہیں، یا مکروہ ہوئی؟

الجواب

سب طرح درست ہے۔ فقط

(بدست خاص، ص:۱۸) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۷۱)

فرض نمازوں میں دو سورتیں کامل یا ان کے کچھ کچھ حصے پڑھنے کا حکم:

سوال: فرض نمازوں میں دو سورتیں کامل یا دو سورتوں کے کچھ کچھ حصے پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب

یہ سوال سمجھ میں نہیں آیا، کیا یہ مطلب ہے کہ ایک رکعت میں دو سورتیں کامل یا دو سورتیں کے کچھ کچھ حصے پڑھے، یا دو رکعتوں میں ایسا کرے کہ پہلی صورت میں فرض نمازوں میں مکروہ ہے اور دو رکعتوں میں دو سورتیں کامل پڑھنے میں شبہ کیا ہے، ایسا ہی کرنا چاہئے کہ ہر رکعت میں ایک سورت کامل پڑھے اور اگر ایک رکعت میں ایک سورت کا کچھ حصہ اور دوسری میں دوسری سورت کا کچھ حصہ پڑھ دیا تو یہ بھی جائز ہے، مگر خلافِ اولیٰ ہے۔ اس لئے گاہے گاہے تو مضائقہ نہیں مگر عادی نہ ہونا چاہئے۔(۱)

۲۴ ر شعبان ۱۳۴۲ھ۔ (امداد الاحکام:۱۸۲/۲-۱۸۳)

==

الجواب

ایک رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ مسلسل دو سورتیں ملانے میں کوئی حرج نہیں، اگر ایک سورت پڑھ کر درمیان میں ایک یا چند سورتیں چھوڑ کر آگے سے کوئی سورت ملائے، تو نماز تو اس صورت میں بھی ہوجائے گی؛ لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ:۷۸/۱)

(کتاب الفتاویٰ:۲۰۴/۲-۲۰۵)

(۱) قرأ سورة في ركعتين فالأصح أنه لايكره لكن لا ينبغي أن يفعل ولو فعل لابأس به ... وكذا لو قرأ وسط سورة أو آخرها في الأولىٰ وفي الثانية كذلك من أخرىٰ فلا بأس به إلا أنه لايفعله، وفي القنية قرأخاتمة السورة في ركعتين مكروه إتفاقاً،وفي نسخة الحلواني قال بعضهم:يكره،وفي الفتاوىٰ:القراءة في ركعتين من آخر السورة أفضل أم سورة بتمامها؟ العبرة للأكثر وينبغي أن يقرأ في الركعتين آخر سورة واحدة لا آخر سورتين فإنه مكروه عندالأكثر ولا بأس بأن يقرأ سورة ويعيدها في الثانية كما روى عن ذلك من فعله عليه الصلاة والسلام،كذا في الشرح ==

جوسورت پہلی رکعت میں پڑھی بھول سے دوسری میں اسی کو دہرادیا تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص نے سہواً جو رکعت اولیٰ میں سورۃ پڑھی تھی وہی رکعت ثانیہ میں پڑھ لی تو نماز میں کچھ نقصان آیا یا نہیں؟

الجواب

نماز میں کچھ نقصان نہیں آیا۔(۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۴۲/۲) ☆

== وجزم فی القنية بالكراهة والظاهر أنها تنزيهية ولفظ لا بأس لا ينافيها ويحمل فعله عليه الصلاة والسلام على بيان الجواز هذا إذا لم يضطر فإن اضطر بأن قرأ فى الأولىٰ قل أعوذ برب الناس أعادها فى الثانية إن لم يختم القرآن فى ركعة فإن فصل قرأ فى الثانية من البقرة، كذا فى المجتبىٰ ولا ينبغى أن يجمع بين سورتين فى ركعة فإن فعل لابأس وحكى فى القنية قولين فى الكراهة وعدمها والانتقال من أى سورة إلى أخرىٰ أو من هذه السورة إلى غيرها وبينهما آيات مكروه وكذا الجمع بين سورتين بينهما سور أو سورة فى ركعة أما فى ركعتين فإن كان بينهما سورتان لا يكره أو سورة قيل يكره وقيل لا يكره ولو قرأ فى الأولىٰ سورة وفى الثانية ما فوقها كره فإن جرى ذلك على لسانه فتذكر قطع وقيل يتمها ، الخ.(النهر الفائق، خاتمة فى مسائل القراءة: ۲۳۶/۱-۲۳۷، دار الكتب العلمية. انيس)

(۱) لابأس أن يقرأ سورة ويعيدها فى الثانية.(الدر المختار)

أفاد أنه يكره تنزيهًا وعليه يحمل جزم القنية بالكراهة ويحمل فعله عليه الصلوٰة والسلام لذلك علىٰ بيان الجواز، هذا إذا لم يضطر فإن اضطر بأن قرأ فى الأولىٰ ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ ... أعادها فى الثانية إن لم يختم.(رد المحتار، فصل فى القراءة: ۵۱۰/۱، ظفير)(كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب الاستماع للقرآن فرض كفاية، انيس)

البتہ ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ انیس

☆ دو رکعتوں میں ایک ہی سورت کی مکرر قرأت:

سوال: نماز میں ایک ہی سورت کو پہلی اور دوسری رکعت میں پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ کیوں کہ مجھے صرف پانچ سورتیں یاد ہیں۔

(بشریٰ بانو، مہدی پٹنم)

الجواب

قرآن کا پڑھنا نماز میں فرض ہے، اس کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی اور کچھ متعینہ مقدار مسنون ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات ومعمولات سے ثابت ہے، اس لیے کم از کم اتنا قرآن یاد رکھنا ضروری ہے کہ پنج وقتہ نمازیں ادا کی جاسکیں، ورنہ گناہ ہوگا اور کوشش کرنی چاہئے کہ مسنون قراءت کی مقدار یاد کرلیں، کیوں کہ مسلسل ترکِ سنت بھی باعث گناہ ہے، اس لیے آپ مزید قرآن مجید یاد کرنے پر توجہ دیں؛ فرائض وواجبات میں تکرار سورت مکروہ تنزیہی ہے۔ صاحبِ درمختار لکھتے ہیں:

”لا بأس أن يقرأ سورة ويعيدها في الثانية“. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۶۲/۲)(باب صفة الصلاة، فصل فى القراءة، مطلب الاستماع للقرآن فرض كفاية، انيس)

اس عبارت پر علامہ شامیؒ اپنا وضاحتی نوٹ یوں لکھتے ہیں: ==

ہر رکعت میں سورہ کے ساتھ سورۂ اخلاص پڑھنا کیسا ہے:

سوال: ایک امام نے نماز جہری میں بعد الحمد کے جو سورہ پڑھی، اس سورت کے ساتھ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ﴾ پڑھ کر رکوع وسجود کیا اور دوسری رکعت میں الحمد کے ساتھ کوئی اور سورہ ملا کر اس کے بعد ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ﴾ پڑھے، تو حنفیہ کے نزدیک یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

فرائض میں عند الحنفیہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔(۱)

شرح منیہ میں ہے:

"والحاصل أن تكرار السورة الواحدة في ركعة واحدة مكروه في الفرض ذكره في فتاوىٰ قاضي خان وكذا تكرارها في ركعتين منه بأن قرأها في الأولىٰ ثم كررها في الركعة الثانية يكره ذكره في القنية لكن هذا إذا كان بغير ضرورة بأن كان يقدر قراءة سورة أخرىٰ أما إذا لم يقدر فلا يكره، إلخ، ولا يكره تكرار السورة في ركعة أو في ركعتين في التطوع، الخ.(۲)

پس معلوم ہوا کہ فرائض میں ایسا کرنا مکروہ ہے اور نوافل میں جائز ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۲۳۴-۲۳۵) ☆

== "أفاد أنه يكره تنزيهًا". (رد المحتار مع الدر المختار: ۲/۲۶۲)

البتہ نفل نمازوں میں تکرار سورت میں حرج نہیں۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۲۶۳) جب آپ کو پانچ سورتیں یاد ہیں تو آپ فرض کی دو یا واجب کی تین رکعتوں میں علاحدہ سورتیں بھی پڑھ سکتی ہیں۔ (کتاب الفتاویٰ: ۲/۲۰۶-۲۰۷)

(۱) کیوں کہ صورت مسئولہ میں سورہ اخلاص کا تکرار بلا ضرورت ہے۔ انیس

(۲) غنية المستملي: ۳۴۳. (مکروہ سے مراد مکروہ تنزیہی ہے۔ انیس)

☆ ہر رکعت میں سورۂ اخلاص کا تکرار فرائض میں نہیں چاہئے:

سوال: امرتسر کے گرد ونواح میں گاؤں کے رہنے والے حضرات پہلی رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ کے سورۂ اخلاص پڑھتے ہیں اور دوسری رکعت میں بھی سورۂ اخلاص پڑھتے ہیں۔ آیا ایسا کرنا چاہئے یا نہیں؟ اگر کوئی دہقانی نہ جانتا ہو تو اس کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

طریق سنت یہ ہے کہ ایک سورۃ کو بار بار پہلی اور دوسری رکعت میں نہ پڑھیں، بلکہ مختلف سورتیں ہر رکعت میں بہ رعایت ترتیب پڑھیں، مثلاً پہلی رکعت میں ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾ اور دوسری رکعت میں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ پڑھنی چاہئے۔ اسی طرح کبھی کوئی سورت، کبھی کوئی سورت پڑھنی چاہئے، یہ نہیں کہ پہلی رکعت میں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ اور دوسری رکعت میں بھی ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ پڑھی جاوے، یہ طریقہ غیر مقلدوں کا ہے کہ ہر ایک رکعت میں سورۂ اخلاص ہی کو مکرر پڑھا جاوے۔ (ولا يتعين شئ من القرآن لصلاة على طريق الفرضية، الخ، ويكره التعيين. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة: ۱/۵۰۸)

==

حکم تکرار ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾:

سوال: قُلْ هُوَ اللّٰهُ کے بارے میں مشہور ہے کہ تین مرتبہ پڑھنا مسنون ہے، اگر کوئی شخص صرف ایک مرتبہ تلاوت کرتا ہے، تو اس پر اعتراض کیا جاتا ہے، اس بارہ میں جو شرع شریف کا حکم ہو، اس سے آگاہی بخشی جاوے۔

الجواب

تکرار قُلْ هُوَ اللّٰه فی نفسہ مباح ہے؛ مگر جہاں ترک تکرار سے اعتراض ہوتا ہو، وہاں ترک لازم ہے؛ تا کہ لوگ اس کو واجب نہ سمجھ لیں۔(۱) واللہ اعلم

۲/ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ۔ (امداد الاحکام:۲/۲۰۲)

== لابأس أن يقرأ سورة ويعيدها فى الثانية.(الدر المختار)(قوله لابأس،إلخ)أفاد أنه يكره تنزيهًا وعليه يحمل جزم القنية بالكراهة ويحمل فعله عليه الصلوٰة والسلام لذلك علىٰ بيان الجواز هذا إذا لم يضطر.(رد المحتار،باب أيضًا: ۵۱۰/۱،ظفير)(صفة الصلاة،فصل فى القراءة، مطلب الاستماع للقرآن فرض كفاية،انيس)

البتہ جس شخص کو اور کوئی سورۃ یاد نہ ہو، اس کو مجبوری ہے۔ پس آپ لوگ جو حنفی ہیں موافق طریق سنت کے قراءۃ پڑھیں، ہر ایک رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد مختلف سورتیں ترتیب کے موافق پڑھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ مختلف سورتیں نماز میں پڑھی ہیں، ایسا نہیں کیا کہ صرف سورۂ اخلاص کو ہر ایک رکعت میں پڑھا ہو۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۲/۲۴۲-۲۴۳)

(۱) عن رجل من جهينة أنه سمع النبى صلى اللّٰه عليه وسلم يقرأ فى الصبح﴿إِذَا زُلْزِلَتِ﴾فى الركعتين كلتيهما فلا أدرى أنسى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أم قرأ ذلك عمداً؟.(سنن أبى داؤد،باب الرجل يعيد سورة واحدة فى الركعتين (ح:۷۹٤)

وبهذا الحديث قال بعض مشايخنا:إنه إذا كرر سورة فى ركعتين لا يكره،وقيل يكره،وفى الأصل إذا قرأسورة واحدة فى ركعتين اختلف المشايخ فيه والأصح أنه لايكره ولكن ينبغى أن لا يفعل ولوفعل لا بأس به.(شرح أبى داؤد للعينى:۴۸۳/۳،مكتبة الرشد الرياض)

ولو كرر سورة فى الركعتين يكره إلا فى النفل.(شرح الحكام شرح غررالأحكام، مكروهات الصلاة :۱۱۱/۱، دارإحياء الكتب العربية)

ويكره أن يتخذ شيئاً من القرآن مؤقتاً لشيء من الصلوات يعنى لا يقرأ غيرها فى تلك الصلوات لأن فى هجرها سوءاً وإذا فعل ذلك فى بعض الأوقات لا بأس به،وفى بعض شروح الجامع الصغير أن هذه الكراهة فيما إذا اعتقد أن الصلاة لا تجوز بدونها إلا أن قراءة هذه السورة أيسر عليه لا بأس به وإذا كرر آية واحدة مراراً فإن كان ذلك فى التطوع الذى يصلى وحده فكذلك غيرمكروه فقد ثبت عندنا عن جماعة من السلف أنهم كانوا يحيون ليلتهم بآية العذاب أو آية الرحمة أو آية الرجاء أو آية الخوف وإن كان ذلك فى صلاة الفريضة فهو مكروه لأنه لم ينقل إلينا عن واحد من السلف أنه فعل ذلك وهذا كله فى حالة الاختيار وأما فى حالة العذر والنسيان فلا بأس به والله أعلم.(المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى،الفصل الرابع فى كيفيتها: ۳۰۵/۱،دارالكتب العلمية بيروت.انيس)

نماز میں آیت کے دہرانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی:

سوال: زید فرض مغرب کے پڑھا رہا ہے ، اول رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ کے سورۂ فیل شروع کی اور ﴿طَيۡرًا اَبَابِيۡلَ﴾ کو دو مرتبہ پڑھا، اول مرتبہ ''لام'' کو سکون اور دوسری مرتبہ ''لام'' کو زبر کے ساتھ کہہ کر رکوع کر دیا اور دوسری رکعت میں بعد ختم سورۂ فاتحہ کے سورۂ قریش شروع کی اور پوری سورت پڑھی آیا نماز ہوگئی یا نہیں، یا سجدۂ سہو کرنا چاہئے تھا؟

الجواب

اس صورت میں نماز صحیح ہوگئی۔ سجدۂ سہو کی اور اعادہ کی ضرورت نہ تھی۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۲/۲۳۸)

☆☆☆

(۱) وقرأ بعدها وجوبًا (سورة أوثلاث آيات)و لو كانت الآية والآيتان تعدل ثلاث آيات قصار.(الدر المختار علٰى هامش رد المحتار،باب صفة الصلاة،فروع:قرأ بالفارسية أوالتوراة أوالإنجيل: ۱/۴۵۹، ظفير)

إذاكرر آية واحدة مرارًا إن كان فى التطوع الذى يصليه وحده فذلك غيرمكروه وإن كان فى الفريضة فهو مكروه،وهذا فى حالة الاختيار أما فى حالة العذروالنسيان فلابأس به.(غنيةالمستملى: ۴۶۲،ظفير)

مسنون ومستحب قرأت کے مسائل

نماز فجر میں طوال مفصل:

سوال: فقہا صبح کی نماز میں طوال مفصل کو پڑھنا اور چالیس آیت پڑھنا مسنون کہتے ہیں اور بعض سور طوال مفصل بیس آیت ہیں، دوسورتیں پڑھنے سے چالیس آیتیں ہوں گی، کیا کرنا چاہئے؟

الجواب

افضل اور بہتر یہ ہے کہ ہرایک رکعت میں پوری سورت پڑھے، پس صبح کی نماز کی ہرایک رکعت میں پوری سورت طوال مفصل کی پڑھے، سنت ادا ہو جاوے گی، آیتوں کا لحاظ نہ کرے، خواہ چالیس ہوں یا کم وبیش۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۴۴) ☆

---

(۱) (و)يسن (في الحضر) لإمام ومنفرد، الخ (طوال المفصل)من الحجرات إلىٰ اٰخرالبروج (في الفجروالظهر،الخ)أي في كل ركعة سورة مما ذكر.(الدرالمختار)

أي من الطوال والأوساط والقصار،ومقتضاه أنه لانظرإلىٰ مقدارمعين من حيث عدد الآيات،الخ.(رد المحتار،باب صفة الصلاة،فصل في القراء ة،مطلب السنة تكون سنة عين وسنة كفاية: ۱/۵۰۵،ظفير)

أبوهريرة يقول:مارأيت أحداً أشبه بصلاة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من فلان لأمير كان بالمدينة قال سليمان:فصليت أنا وراء ه فكان يطيل في الأولين ويخفف الأخريين ويخفف العصر وكان يقرأ في المغربين بقصار المفصل وفي الأولين من العشاء بوسط المفصل وفي الصبح بطول المفصل.(صحيح ابن خزيمة،باب ذكرالليل على أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم،الخ : ۱/۲۶۱،رقم الحديث: ۵۲۰،المكتب الإسلامي بيروت/الصحيح لابن حبان،ذكرالإباحة للمرء أن يقتصر على القمار،رقم الحديث: ۱۸۳۷/السنن الكبرىٰ للبيهقي،باب قدرالقراء ة في المغرب.انيس)

☆ فجر میں قرأت کی مقدار:

سوال: فجر کی نماز میں کس قدر قرأت پڑھنا سنت ہے؟

الجواب

طوال مفصل کی سورتیں صبح کی نماز میں پڑھنا سنت ہے، یعنی سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک۔((و)يسن (في الحضر) لإمام ومنفرد،الخ (طوال المفصل)من الحجرات إلى اٰخرالبروج(في الفجروالظهر). (الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار :۱/۵۰۳،باب صفة الصلاة،فصل في القراء ة،مطلب السنة تكون سنة عين وسنة كفاية،ظفير) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۶۱)

وقت کی تنگی کے وقت نمازِ فجر میں چھوٹی سورتیں درست ہیں:

سوال: صبح کی نماز میں وقت تھوڑا تھا، اس وجہ سے اول رکعت میں ''سورۂ کافرون'' اور دوسری رکعت میں ''سورۂ اخلاص'' پڑھی، بعد نماز ایک صاحب نے یہ فرمایا کہ نماز مکروہ تحریمی ہوئی، بڑی سورت پڑھنی چاہئے تھی؟

الجواب

وہ نماز بلا کراہت صحیح ہوگئی، یہ کہنا کسی کا کہ یہ نماز مکروہ تحریمی ہوئی، غلط ہے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس﴾ پڑھی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جبکہ وقت تھوڑا ہو، یا سفر وغیرہ عجلت ہو تو چھوٹی سورتوں کا فجر کی نماز میں پڑھنا درست ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۲۳۷)

کسی مقتدی کو جماعت میں شریک نہ کرنے کے لئے امام کا قرأت مختصر کرنا:

سوال: باوجود ہونے معمولی وقت کے، اگر امام کسی مقتدی کو دیکھ کر بایں خیال کہ یہ مقتدی جماعت میں شامل نہ ہو، فجر کی نماز میں ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس﴾ پڑھے، تو نماز مکروہ ہوئی یا نہیں؟

الجواب

اگر امام فی الواقع مخالفت مقتدی کی وجہ سے اور غرض فاسد سے چھوٹی قرأت پڑھتا (کرتا) ہے تو گنہگار ہے اور اگر غرض صحیح ہے تو کچھ حرج نہیں اور کوئی کراہت نہیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ: ۲۸۰)

(۱) (ویسن فی السفر مطلقًا)أی حالة قرار أوفرار ... (الفاتحة)وجوبًا(وأی سورة شاء)وفی الضرورة بقدر الحال.(الدرالمختار)وفی الشامية:أی سواء كان فی الحضر أو السفر ...(رد المحتار،فصل فی القراء ة: ۱/۵۰۳، ظفير)

... لأنه عليه الصلٰوة والسلام قرأ فی الفجر بالمعوذتين، الخ. (رد المحتار،كتاب الصلاة،مطلب السنة تكون سنة عين وسنة كفاية: ۱/۵۰۵،انيس)

عن عقبة بن عامر قال: كنت مع النبی صلی اللّٰه عليه وسلم فی سفر فلما طلع الفجر أذن وأقام ثم أقامنی عن يمينه وقرأ بالمعوذتين فلما انصرف قال: كيف رأيت؟قلت:قدرأيت يارسول اللّٰه قال:فاقرأ بهما كلما نمت وكلما قمت.(مصنف ابن أبی شيبة،فی المعوذتين (ح: ۳۰۲۱۱)/مسندالرويانی،جبيربن نفير عن عقبة بن عامر (ح:۲٤٤)/ صحيح بن حبان،باب ذكر الإباحة للمرء أن يقتصر فی القراء ة فی صلاة الصبح (ح:۱۸۱۸)انيس)

(۲) عن قيس قال:أخبرنی أبومسعود أن رجلاً قال:واللّٰه يارسول اللّٰه إنی لأتأخر عن صلاة الغداة من أجل فلان مما يطيل بنا فمارأيت رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم فی موعظة أشدغضباً منه يومئذٍ ثم قال:إن منكم منفرين فأيكم ما صلی بالناس فليتجوز فيهم الضعيف والكبير وذاالحاجة.(الصحيح للبخاری،باب تخفيف الإمام فی القيام وإتمام الركوع والسجود (ح:۷۰۲)

قال الملا علی القاری: وفيه وعيد علی من يسعی فی تخلف الغير عن الجماعة،قلت:ولو بإطالة الطاعة.(مرقاة المفاتيح،باب ما علی الإمام: ۳/۸۷۲،دارالفكر بيروت.انيس)

کھڑے ہوکر مختصر قرأت یا بیٹھ کر طویل قرأت:

سوال: میری عمر تقریباً چوراسی سال ہے، مجھے بلڈ پریشر ودل کی خرابی کی بیماری بھی ہے، علاج جاری ہے، چلنے سے سانس پھولتی ہے، پنج وقتہ نماز کے لئے مسجد جایا کرتا ہوں، بعض اوقات اندھیرے کی وجہ سے یا بارش یا کمزوری کی وجہ سے مسجد نہیں جا پاتا ہوں، گھر پر ہی نماز پڑھ لیتا ہوں، مسجد میں نماز باجماعت پڑھنے سے ظاہر ہے بہت زیادہ ثواب ہے، اس لئے میں گھر میں زیادہ ثواب کے خیال سے بڑی بڑی سورتیں پڑھنا چاہتا ہوں؛ لیکن صحت اجازت نہیں دیتی، سانس پھولتی ہے، جس کی وجہ سے بجائے کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کے اسٹول پر بیٹھ کر تخت پر سجدہ کرتے ہوئے بڑی بڑی سورت جو چالیس تا پچاس آیتوں پر مشتمل ہوتی ہے، پڑھتا ہوں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ صحت یا موسم کی خرابی کی وجہ سے گھر پر زیادہ ثواب کے خیال سے بڑی بڑی سورت اسٹول پر بیٹھ کر ادا کرنا بہتر رہے گا یا گھر پر ہی کھڑے ہوکر تین چار آیتوں کی تلاوت سے نماز فرض وسنت، تہجد، صلاۃ التسبیح وغیرہ ادا کرنا بہتر رہے گا؟

(ایک قاری، قلعہ گولکنڈہ)

الجواب

اگر بیماری، بارش یا تاریکی کی وجہ سے مسجد جانے میں دشواری ہو تو ایسے شخص کے حق میں جماعت میں شرکت واجب نہیں، گھر پر بھی نماز ادا کرنا درست ہے۔

" فسقط الجماعة بعذر من ... المطر الشديد ... والمرض ". (۱)

عذر کی بنا پر فرائض وواجبات بھی بیٹھ کر ادا کی جاسکتی ہیں؛ لیکن اگر کھڑے ہوکر مختصر قرأت پڑھنے پر قادر ہو اور بیٹھ کر طویل قرأت کر سکتا ہو تو فرائض وواجبات میں کھڑے ہوکر ہی نماز ادا کرنی چاہئے؛ کیونکہ قیام فرض ہے، (۲) اور طویل قرأت جس کا احادیث میں ذکر آیا ہے، (۳) مسنون یا مستحب، تو محض ایک مستحب کے لئے فرض کیونکر چھوڑا جاسکتا ہے؟ بلکہ فقہا نے لکھا ہے کہ اگر تکبیر تحریمہ یا قرأت کے کچھ حصہ کے بقدر کھڑے ہونے پر قادر ہو تو واجب ہے کہ اتنا حصہ کھڑا ہوکر ادا کرے اور باقی بیٹھ کر۔

---

(۱) الهداية: ۱۶۱/۱ (وتسقط بالأعذار كالريح في الليلة المظلمة لا بالنهار، كما في السراج، والمطر والطين والبرد الشديد والظلمة الشديدة في الأصح. (النهر الفائق، باب الإمامة: ۲۳۹/۱، دار الكتب العلمية بيروت. انيس)

(۲) لأن القيام ركن في باب الصلاة. (بدائع الصنائع، فصل في شرائط ركن التيمم: ۴۸/۱، دار الكتب العلمية. انيس)

(۳) دیکھئے: صحيح البخاري، رقم الحديث: ۷۷۹، باب يطول في الركعة الأولى. محشي

(عن أبي قتادة أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يطيل في الركعة الأولى من صلاة الظهر ويقصر في الركعة الثانية ويفعل ذلك في صلاة الصبح. انيس)

''حتـى لـو قدر أن يكبر قائما للتحريمة ... أو كان يقدر على القيام لبعض القراء ة دو ن تمامها، فإنه يؤ مر أن يكبر قائما و يقرأ ما يقدر عليه قائما ثم يقعد إذا عجز''.(۱)

نفل نمازیں بلا عذر بھی بیٹھ کر ادا کی جاسکتی ہیں، اس لئے نماز تہجد، صلاۃ التسبیح وغیرہ طویل قرأت کے ساتھ بیٹھ کر ادا کر لیں، اس میں کوئی حرج نہیں۔(کتاب الفتاویٰ:۲/۱۹۳-۱۹۵)

سورۂ ضحیٰ کے ختم پر تکبیر کہنا:

سوال: سورۂ ضحیٰ سے سورۂ ناس تک ہر سورہ کے آخر میں تکبیر کہنا جنت سے متعلق آیات کی تلاوت کے وقت اس کی تمنا کرنا یا دوزخ سے متعلق آیات کی قرأت کے وقت اس سے پناہ مانگنا اور اسی طرح ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی'' کی تلاوت کے وقت ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی'' کہنا، یا اسی طرح اور دوسری آیات وغیرہ، کیا یہ تمام صورتیں فرائض اور نفل نماز میں یا خارج صلوۃ تلاوت کے وقت حنفی اور شافعی مذہب میں جائز ہیں اور ان کا کیا مرتبہ ہے؟

الجواب

امام احمد و ابو داؤد نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی'' کی تلاوت کے وقت ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی'' فرماتے،(۲) اور علامہ جلال الدین محلی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ سورۂ ضحیٰ کے نازل ہونے پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور دوسرے لوگوں کو سورۂ ضحیٰ اور اس کے بعد کی تمام سورتوں کے آخر میں تکبیر کے لئے حکم فرمایا۔(۳) علامہ سیوطی نے تفسیر اتقان میں احادیث جمع کیں اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کیا، حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں سورہ بقرہ، سورہ آل عمران اور سورۂ نسا

(۱) الجوهرة النيرة، كتاب الصلاة، باب صلاة المريض: ۹۵/۱./تبيين الحقائق، باب صلاة المريض: ۲۰۰/۱، بولاق

قـال الـفـقـيـه أبـو جعفر رحمه الله: يؤمر بأن يقوم مقدار ما يقدر فإذا عجز قعد حتى إنه إذا كان قادراً على أن يكبر قائماًو لا يقدر على القيام للقراء ة أو كان يقدر على القيام ببعض القراء ة دون تمامها إنه يؤمر بأن يكبر قائماً ويقرأ مـا يـقـدر عـلـيـه قـائـمـاً ثم يقعد إذا عجز وبه أخذ الشيخ الإمام شمس الأئمة الحلواني رحمه الله.(المحيط البرهاني، الفصل الحادي والثلاثون في صلاة المريض: ۱٤۱/۲، دار الكتب العلمية بيروت. انيس)

(۲) عـن ابـن عبـاس أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا قرأ سبح اسم ربك الأعلٰى، قال: سبحان ربي الأعلٰى.(مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عباس (ح:۲۰٦٦)/سنن أبي داؤد، باب الدعاء في الصلاة (ح:۸۸۳) انيس)

(۳) والسـنة فـي قـراء ة أهل مكة من أول سورة "والضحى" على رأس كل سورة حتى يختتم القرآن فيقول: الله أكبر ... فـلـمـا نـزلـت والضحى كبر رسول الله صلى الله عليه وسلم فرحاً بنزول الوحي فاتخذوه سنة والله تعالٰى أعلم.(تفسير الخازن لباب التأويل في معاني التنزيل، تفيسر سورة الضحى: ٤٤٠/٤، دار الكتب العلمية. انيس)

پڑھی اور جب ایسی آیت تلاوت کرتے، جس میں تسبیح کا ذکر ہوتا تو خود تسبیح پڑھتے اور اگر سوال کا ذکر ہوتا تو خود سوال فرماتے اور تعوذ کی صورت میں تعوذ فرماتے اور کتب احادیث وتفاسیر میں اس قسم کی بے شمار مثالیں ملیں گی، اس کے بارے میں تفصیل یہ ہے۔

بعض شافعیہ اس کو مستحب اور بعض اس کو مسنون مانتے ہیں۔ نماز اور خارج نماز دونوں حالتوں میں حکم یہی ہے۔

علامہ سیوطی تفسیر اتقان میں فرماتے ہیں:

یستحب التکبیر من الضحی إلٰی آخر القرآن و هی قراءة المکین ... وسواء فی التکبیر فی الصلاة وخارجها، صرح به السخاوی وأبو شامة، انتهٰی ملخصًا. (۱)

اور علامہ سلیمان جمل حاشیہ جلالین میں ذکر کرتے ہیں:

فالتکبیر یسن بعد هذه السور سواء قرأ القاری فی الصلٰوة أو فی خارجها، انتهٰی. (۲)

اور امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

فیه استحباب هذه الأمور لکل قاری فی صلٰوة أو غیرها ومذهبنا استحبابه للإمام والمأموم والمنفرد، انتهٰی ملخصًا. (۳)

اور حنفیہ کے نزدیک فرائض واجبات اور تراویح میں بھی ان کلمات کا کہنا امام ومقتدی دونوں کے لئے مکروہ اور خلافِ سنت ہے، نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ صحابہ کرامؓ سے، البتہ تراویح کے علاوہ دوسری نوافل مثلاً نوافل شب میں کہ اس وقت ایک دو مقتدی ہوتے ہیں، اگر ان کلمات سے مقتدی کو ناگواری ہوتی ہو تو امام کے لئے ان کلمات کا کہنا مناسب نہیں؛ لیکن اگر ان کو ناگوار نہ ہو تو ان کا ترک بھی اولیٰ نہیں اور اگر وہ منفرد ہے تو فرائض اور تراویح میں نہ کہے؛ کیوں کہ ان دونوں کے بارے میں ثبوت نہیں، دوسری نوافل کے بارے میں اس کو اختیار ہے۔

درمختار میں ہے:

وکذا الإمام لایشتغل بغیر القرآن وما ورد حمل علی النفل منفردًا، انتهٰی. (۴)

اور علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

(وقوله حمل علی النفل منفردًا) أفاد أن کلا من الإمام والمقتدی فی الفرض والنفل سواء،

(۱) الإتقان فی علوم القرآن، النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوته: ۳۸۳/۱-۳۸۴، الهیئة المصریة العامة للکتاب. انیس

(۲) الجمل حاشیة الجلالین:

(۳) شرح النووی علی صحیح مسلم، باب استحباب تطویل القراءة فی صلاة اللیل: ۶۲/۶، دار إحیاء التراث العربی. انیس

(۴) الدر المختار علی صدر ردالمحتار، فصل فی القراءة: ۵۴۵/۱، دار الفکر بیروت. انیس

قال في الحلية: أمّا الإمام في الفرائض فلما ذكرنا من أنه صلى اللّٰه عليه وسلم لم يفعله فيها، وكذا الأئمة من بعده إلٰى يومنا هذا، فكان من المحدثات، ولأنه تثقيل على القوم فيكره، و أمافي التطوع فإن كان في التراويح فكذلك، وإن كان في غيرها من نوافل الليل التي اقتدٰى به فيها واحد أو اثنان فلايتم ترجح الترك على الفعل لما روينا:... أي عن حذيفة رضي اللّٰه عنه أنه قال: صليت مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ذات ليلة إلٰى أن قال وما مر بآية رحمة إلا وقف عندها فسأل، ولا بآية عذاب إلا وقف عندها وتعوذ... اللّٰهم إذا كان في ذلك تثقيل على المقتدي... وأماالمأموم فلأن وظيفته الإستماع والإنصات فلا يشتغل بمايخله لكن قد يقال إنما يتم ذلك في المقتدي في الفرائض والتراويح أمّا المقتدي في النافلة المذكورة إذاكان إمامه يفعله فلا بعدم الإخلال بما ذكرفليحمل علٰى ماعدا هذه الحالة، انتهٰى. (۱)

اورطحطاوی حاشیہ درمختار میں بیان کرتے ہیں:

(قوله: وكذا الإمام، إلخ) أما المنفرد ففي الفرض كذلك وفي النفل يسئل الجنة ويتعوذ من النارعند ذكرهما، انتهٰى. (۲)

اورعلامہ ابن الہمام فتح القدیر میں بیان کرتے ہیں:

وكذا الإمام لايشتغل بغيرالقراءة سواء أم في الفرض أوالنفل أما المنفرد ففي الفرض كذلك، وفي النفل يسأل الجنة ويتعوذمن النارعند ذكرهما ويتفكرفي آية المثل، وقد ذكروا فيه حديث حذيفة: "صليت مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم صلاة الليل فما مربآية، فيها ذكر الجنة إلا وقف وسأل اللّٰه تعالٰى الجنة، ومامربآية فيها ذكرالنارإلاوقف وتعوذ من النار" وهذا يقتضي أن الإمام يفعله في النافلة وهم صرحوا المنع إلا أنهم عللوه بالتطويل على المقتدي فعلى هذا لوأم من يعلم منه طلب ذلك يفعله، انتهٰى. (۳)

اورشیخ عبدالحق محدث دہلوی نے "ما ثبت من السنة" میں یہ جوفرمایا: والمسنون المعمول عليه في الحرمين وسائرديارالعرب التكبيرعند الختم من والضحى إلٰى آخرالقرآن والمختارفيه لا إلٰه إلا اللّٰه واللّٰه أكبرولواكتفى باللّٰه أكبرصح، انتهٰى (۴) تو یہ قول محمول ہے خارج صلوۃ پراورفقہاء حنفیہ کی سابقہ تصریحات اس کا قرینہ ہیں۔ واللہ اعلم

(۱) باب صفة الصلاة، فصل في القراءة، مطلب: السنة تكون سنة عين وسنة كفاية: ۵۴۵/۱، انيس

(۲) حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلاة، فصل يجهر الإمام: ۲۳۷/۱، انيس

(۳) فتح القدير، كتاب الصلاة، فصل في القراءة: ۳۴۲/۱، دارالفكر بيروت. انيس

(۴) ما ثبت من السنة للشيخ عبدالحق المحدث،

راقم الحروف ۱۲۷۹ھ کو مکہ معظّمہ میں موجود تھا اور میں نے مصلی حنفی پر تراویح میں اس بات کونہیں پایا، البتہ مولد شریف کی متبرک مجالس میں شرکت کا موقع ملا، جس میں عادۃً سورۂ ضحیٰ سے آخر قرآن تک تمام سورتوں کی تلاوت کی جاتی ہے اور ہر سورہ کے ختم پر تکبیر پڑھنے کا دستور ہے اور یہ طریقہ مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ اور جدہ تینوں جگہ دیکھا۔ واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ۔ (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ اردو: ۲۲۸-۲۳۰)

قرأت مسنونہ:

سوال: خالد کہتا ہے کہ جولوگ نماز میں طوال مفصل، قصار مفصل اور اوساط مفصل کے بغیر اجزاء السور سے پڑھتے ہیں، ان کی نماز خلافِ سنت ہوتی ہے، چونکہ اجزاء السور سے پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، اس لئے خلافِ سنت ہے۔ زید کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجزاء السور سے پڑھنا ثابت ہے، مشکوٰۃ شریف کے باب القرأۃ میں آیا ہے اور قاضی خان نے بھی اجزاء السور سے پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کیا ہے، جوفعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو، اس کو خلاف سنت کہنا جہالت ہے یا عناد ہوگا، آج کل علما وغیر علما کو عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ طوال، اوساط اور قصار کی پابندی نہیں کرتے، کیا یہ سب حضرات نماز خلاف سنت ادا کررہے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

قال في شرح التنوير: (و) يسنّ (في الحضر) لإمام ومنفرد، ذكره الحلبي، والناس عنه غافلون (طوال المفصل) من الحجرات إلى آخر البروج (في الفجر والظهر و) منها إلىٰ آخر - لم يكن - (أوساطه في العصر والعشاء، و) باقيه (قصاره في المغرب) أي في كلّ ركعة سورة ممّاذكره الحلبي. (۱)

وقال ابن عابدين رحمه اللّٰه تعالىٰ: أي من الطوال والأوساط والقصار، ومقتضاه أنه لا نظر إلىٰ مقدار معين من حيث عدد الأيات مع أنه ذكر في النهر القرأة أن من المفصّل سنة و المقدار المعيّن سنة أخرى، ثم قال: وفي الجامع الصغير يقرأ في الفجر في الركعتين سورة الفاتحة وقدر

(۱) (و) ... (في الحضر) ... (إذا خاف فوت الوقت يقرأ قدر مالاتفوته الصلاة) ... (وإن لم يخف فوت الوقت) فالسنة في حقه أنه (يقرأ في صلاة الفجر) في الركعتين (بأربعين) آية وسطاً وهو الأدنىٰ (أوخمسين أوستين آية)... (و) يقرأ (في الظهر مثله) ... (أو) ... (دونه) ... (و) يقرأ (في العصر والعشاء) كذلك ... (قال القدروي: يقرأ في الفجر) ... (بطوال المفصل) ... (وفي الظهر والعصر والعشاء بأوساط المفصل) ... (و) يقرأ (في المغرب بقصار المفصل) ... (أما الطوال) ... (فمن سورة الحجرات إلى سورة البروج وأماالأوساط فمن سورة البروج إلى سورة لم يكن وأما القصار فمن سورة لم يكن إلى آخر القرآن) هذا هوالذي عليه الجمهور في تفسير طواله وأوساطه وقصاره. (شرح منية المصلي، باب صفة الصلاة: ۳۱۰-۳۱۲، مطبع سنده. انيس)

أربعين أوخمسين واقتصر في الأصل علىٰ الأربعين وفي المجرد: ما بين الستين إلىٰ المائة والكل ثابت من فعله عليه الصلوٰة والسلام ويقرأ في العصر والعشاء خمسة عشر في الركعتين في ظاهر الرواية، كذا في شرح الجامع لقاضي خان، وجزم به في الخلاصة وفي المحيط وغيره يقرأعشرين وفي المغرب خمس اٰيات في كل ركعة، آهـ، أقول: كون المقروء من سور المفصّل علىٰ الوجه الذي ذكره المصنّف وهوالمذكورفي المتون كالقدوري والكنز و المجمع والوقاية والنقاية وغيرها وحصرالمقروء بعدد على ما ذكره في النهر والبحرممّا علمته مخالف لما في المتون من بعض الوجوه كما نبّه عليه في الحلية فإنه لو قرأ في الفجرأوالظهر سورتين من طوال المفصّل تزيد أن علىٰ مائة اٰية كالرحمن والواقعة أو قرأ في العصر أوالعشاء سورتين من أوساط المفصّل تزيد ان على عشرين أو ثلاثين اٰية كالغاشية والفجر يكون ذلك موافقا للسّنة على ما في المتون لا على الرواية الثانية ولا تحصل الموافقة بين الروايتين إلا إذا كانت السورتان موافقة للعدد المذكور ويلزم على ما مرعن النهرمن أن المقدار المعيّن سنة أخرىٰ أن تكون قرأة السورتين الزائدتين على ذلك المقدار خارجة عن السّنة إلاّ أن يقتصر من كل سورة منهما على ذلك المقدار مع أنهم صرّحوا بأن الأفضل في كل ركعة الفاتحة وسورة تامة فالذي ينبغي المصيرإليه أنهما روايتان متخالفتان اختارأصحاب المتون إحداهما ويؤيده أنه في متن الملتقى ذكرأوّلاً أن السّنة في الفجر حضراً أربعون اٰية أوستون، ثم قال: واستحسنوا طوال المفصّل فيهاوفي الظهر، إلخ، فذكر أن الثاني استحسان فيترجح علىٰ الرواية الأولى لتأيده بالأثر الوارد عن عمررضي اللّٰه عنه أنه كتب إلى أبي موسى الأشعري رضي اللّٰه تعالىٰ عنه ان اقرأ في الفجر والظهربطوال المفصّل وفي العصر والعشاء بأوساط المفصل وفي المغرب بقصار المفصل، قال في الكافي وهوكالمروي عن النبي صلّى اللّٰه عليه وسلّم لأن المقادير لا تعرف إلاسماعاً، آهـ. (رد المحتار: ۵۰۵/۱)(۱)

تحقیق مذکور سے ثابت ہوا کہ سنیت قرأت سے متعلق دو روایتیں ہیں، ایک میں آیات کی متعین تعداد کو سنت قرار دیا ہے اور دوسری میں سور مفصل کو نہر میں صورت تطبیق یہ بیان کی ہے کہ سور مفصل میں سے آیات کی متعین تعداد مسنون ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر اشکال ظاہر فرمایا ہے اور اس کو ترجیح دی ہے کہ یہ دونوں مستقل روایتیں ہیں، اور سورہ مفصل کی روایت عام متون کی ہے اور یہی راجح ہے۔

پھر اس میں یہ تفصیل ہے کہ پوری سورت پڑھنا افضل ہے اور اگر جزءسورت پڑھنا چاہے تو آخر سے پڑھے۔ آخر

(۱) باب صفة الصلاة، فصل في القراءة، مطلب: السنة تكون سنة عين وسنة كفاية: ۵۳۹/۱-۵۴۱، انيس

سورت کا ترک مکروہ تنزیہی ہے، غرضیکہ مفصل سورت پڑھنا سنت ہے، اس کے خلاف جو معمول بن چکا ہے وہ صحیح نہیں، خانیہ ومنیہ میں قرأت مفصل کا استحباب مذکور ہے، مگر علامہ حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہاں استحباب سے سنت مراد ہے، اور بفرض استحباب بھی اس کے ترک کو مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے، ترکِ سنت اور کراہت تنزیہیہ کا ارتکاب بالخصوص اس پر دوام واصرار قابل اصلاح ہے، سور مفصل کے سوا جہاں کہیں کسی سورت کا ثبوت ملتا ہے وہ احیاناً مقتضائے حال پر مبنی ہے۔

قال ابن عابدين رحمه اللّٰه تعالٰى:(قوله واختارفى البدائع عدم التقدير ،إلخ) والظاهرأن المراد عدم التقدير بمقدارمعين لكل أحد وفى كل وقت كمايفيده تمام العبارة بل تارة يقتصر علٰى أدنىٰ ما وردكاقصرسورة من طوال المفصل فى الفجرأواقتصر سورة من قصاره عند ضيق وقت أو نحوه من الأعذار؛"لأنّه عليه الصلوٰة والسلام قرأ فى الفجر بالمعوذتين لما سمع بكاء صبى خشية أن يشق علٰى أمّه" وتارة يقرأ أكثر ما ورد إذا لم يمل القوم ،فليس المراد إلغاء الوارد ولو بلا عذر ولذا قال فى البحر عن البدائع والجملة فيه أنه ينبغى للإمام أن يقرأ مقدارما يخف علٰى القوم ولا يثقل عليهم بعدأن يكون على التمام وكذا فى الخلاصة،آهـ . (رد المحتار: ۱/۵۰۰)(۱) **فقط واللّٰه تعالى أعلم**

۸رمحرم ۱۳۸۴ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۳/۴۲-۷۴)

سفر کی نمازوں میں مسنون قرأت کا حکم:

سوال: ایک شخص کو بہت عجلت تھی، ٹرین اس کی صرف ۳ رمنٹ کے لئے رکی ہے، اسٹیشن پر اتر کر فجر کی نماز ادا کرنا چاہتا ہے، کیا طوال مفصل کی قرأت ضروری ہے یا کوئی بھی سورت پڑھ سکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا ومصلياً

کوئی بھی سورت پڑھ سکتا ہے۔

"تخفف القراءة فى السفر والصلواتِ كلها". (فتاوىٰ غياثية:۳۸)(۲) **فقط واللّٰه تعالىٰ أعلم بالصواب**

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ: ۳/۹۱)

(۱) كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،فصل فى القراءة،مطلب:السنة تكون سنة عين وسنة كفاية،انيس

(۲) الفتاوىٰ الغياثية معه فتاوىٰ ابن نجيم،باب صلاة المسافر،نوع منه:۳۸،المطبعة الأميرية بولاق.انيس

عن عقبة بن عامر قال:كنت أقود برسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ناقته فى السفر فقال لى:يا عقبة ألا أعلمك خير سورتين قرئتا فعلمنى قل أعوذ برب الفلق وقل أعوذبرب الناس،قال:فلم يرنى سررت بهما جداً فلما نزل لصلاة الصبح صلى بهما صلاة الصبح للناس فلما فرغ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من الصلاة التفت إلي فقال: يا عقبة كيف رأيت؟.(سنن أبى داؤد،باب فى المعوذتين (ح:۱٤٦٢)انيس)

سری اور جہری نمازوں میں مسنون قرأت:

سوال: مساجد میں اکثر اماموں کو دیکھا گیا ہے کہ سری نمازیں بہت جلد پڑھا دیتے ہیں اور جہری نماز بہت دیر تک پڑھاتے ہیں، مثلاً ظہر کی چار رکعت میں زیادہ سے زیادہ ۵/منٹ کا وقت صرف ہوتا ہے اور عشا میں بھی چار ہی رکعتیں ہیں؛ لیکن جہری ہیں تو اس میں ۱۰/۱۲/منٹ لگ جاتا ہے تو دریافت طلب امر اینکہ جہری نمازوں میں قاعدے کے مطابق خوب ٹھہر ٹھہر کر امام صاحب قرأت کرتے ہیں اور سری نماز میں جلدی تو نماز درست ہوگی کہ نہیں؟ اگر ہوگئی تو کوئی کراہت وغیرہ آئے گی یا نہیں؟ بعض علما سے سنا گیا ہے کہ اس صورت میں نماز نہ ہوگی، آیا یہ صحیح ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

فجر اور ظہر کی نماز میں طوال مفصل اور عصر وعشاء میں اوساط مفصل اور مغرب کی نماز میں قصار مفصل کا پڑھنا مسنون ہے؛(۱) لیکن جہری نمازوں کو طویل کرنا اور سری نمازوں کو بلا عذر شرعی مختصر کرنا اخلاص کے منافی ہے،(۲) حضرات علما نے لکھا ہے کہ سری نمازوں میں اسی طرح مخارج کی رعایت کر کے قرأت کرنی چاہیے، جس طرح جہری نمازوں میں رعایت کی جاتی ہے؛(۳) لیکن یہ کہنا کہ اس طرح نماز نہیں ہوگی، غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ:۳/۹۱-۹۲)

---

(۱) الحلبی الکبیر شرح منیة المصلی،باب صفة الصلاة: ۳۱۰-۳۱۲،مطبع سندہ.انیس

(۲) وفـی أحادیث أخر فی غیر الباب وهی فی الصحیحین أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان أخف الناس صلاة فـی تـمـام وأنـه صـلـی اللّٰه علیه وسلم قال:إنی لأدخل فی الصلاة أرید إطالتها فأسمع بکاء الصبی فأتجوز فی صلاتی مـخـافة أن تـفـتـن أمـه، قال العلماء:کان صلاة رسول اللّٰه علیه وسلم تختلف فی الإطالة والتخفیف باختلاف الأحوال فإذا کان المامومون یؤثرون التطویل ولا شغل هناک له ولا لهم طول وإذا لم یکن کذلک خفف وقد یرید الإطالة ثم یعرض ما یقتضی التخفیف کبکاء الصبی ونحوه وینضم إلی هذا أنه قدیدخل فی الصلاة فی أثناء الوقت فیخفف وقیل إنـمـا طـول فـی بعض الأوقات وهوه الأقل وخفف فی معظمها فلاإطالة لبیان جوازها والتخفیف لأنه الأفضل وقد أمر الـنـبـی صـلـی الـلّٰه علیه وسلم بالتخفیف وقال:إنکم منفرون فأیکم صلی بالناس فلیخفف فإن فیهم السقیم والضعیف وذاالـحـاجة ... وعـلـی الجملة السنة التخفیف کما أمر به النبی صلی اللّٰه علیه وسلم للعلة التی بیناها.(شرح النووی لصحیح مسلم،باب القراء ة فی الظهر والعصر: ۱۷٤/٤،دارإحیاء التراث العربی بیروت.انیس)

(۳) تـصـحـیـح الـحـروف أمـر لابـد منه ولا تصیر قراء ة إلا بعد تصحیح الحروف .(المحیط البرهانی،الفصل الرابع فی کیفیتهما: ۲۹٦/۱،دارالکتب العلمیة.انیس)

(۳) وفـی الـمـحـیط معزیاً إلی الفتاوی:الإمام إذا طول القراء ة فی الرکعة الأولٰی لکی یدرکها الناس لا بأس إذا کـان تـطـویلاً لا یثـقـل علی القوم،اه،فأفاد أن التطویل فی سائر الصلوات إن کان لقصدالخیر فلیس بمکروه وإلا ففیه بأس وهو بمعنی کراهة التنزیه .(البحرالرائق،آداب الصلاة: ۳٦۲/۱،دارالکتاب الإسلامی.انیس)

مغرب میں قرأت لمبی کرنے کا حکم:

سوال: اگرامام مغرب میں یہ جان کر رکعت میں لمبی سورت پڑھ جائے کہ مقتدی لوگ شرکت کرلیں اور کوئی امیر نہیں ہے، بغیر امیر کے امام لمبی رکعت کردے، اس حالت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

مغرب کی نماز میں قصار مفصل کا پڑھنا مسنون ہے،(۱) اور قصار مفصل کی بعض سورتیں بڑی بھی ہیں، اگر اس میں سے کوئی بڑی سورت پڑھ دی تو کوئی مضائقہ نہیں، نیز کبھی کبھار قرأت لمبی کردینا؛ تاکہ مقتدی شریک ہوجائیں، اس میں کوئی بھی مضائقہ نہیں، بشرطیکہ امام اس کا عادی نہ بن جائے، گو اس کا بھی ترک افضل ہے۔ (شامی: ۴۹۴/۱)(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ: ۹۵/۳-۹۶)

بروز جمعہ فجر میں سورۂ سجدہ پڑھنا:

سوال: زید کہتا ہے کہ نماز فجر میں جمعہ کے روز پہلی رکعت میں سورۂ سجدہ اور دوسری میں سورہ دہر پڑھنا مستحب ہے، عمرو کہتا ہے کہ فقہا حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کو مکروہ لکھا ہے، دونوں میں سے کس کی بات صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

نماز فجر میں جمعہ کے روز پہلی رکعت میں سورۂ سجدہ اور دوسری میں سورۂ دہر پڑھنا فی نفسہٖ مستحب ہے؛ لیکن اس پر مداومت کرنا مکروہ ہے؛ تاکہ عوام اس کو واجب نہ سمجھنے لگیں، آج کل ائمہ مساجد نے اس مستحب امر کو بالکل ہی ترک کر رکھا ہے، یہ غفلت ہے اور اس کی اصلاح لازم ہے۔

قال فی الدر (ویکره التعیین) کالسجدة، وهل أتٰی لفجر کلّ جمعة، بل یندب قرأتهما أحیاناً.

وقال ابن عابدین رحمه الله تعالی وفی فتح القدیر: لأن مقتضی الدلیل عدم المداومة لا المداومة علٰی العدم کما یفعله حنفیة العصر، فیستحب أن یقرأ ذلک أحیانًا تبرکاً بالمأثور فإن

(۱) عن أبی هریرة قال: ما صلیت وراء أحد أشبه صلاة برسول الله صلی الله علیه وسلم من فلان ... یقرأ فی المغرب بقصار المفصل. (سنن النسائی، تخفیف القیام والقراءة (ح: ۹۸۲) انیس))

(۲) ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل فی القراءة: ۵٤١/١، دار الفکر بیروت. انیس

وأما فی زماننا فالأفضل أن یقرأ القوم علی حسب حال القوم من الرغبة والکسل فیقرأ قدر مالایوجب تنفیر القوم عن الجماعة لأن تکثیر الجماعة أفضل من تطویل القراءة. (بدائع الصنائع، فصل فی سنن صلاة التراویح: ٢٨٩/١، دار الکتب العلمیة. انیس)

لـزوم الإيهـام ينتفي بالترک أحياناً (إلٰی قوله) وقيد الطحاوی والإسبيجابی الكراهة بماإذا رأی ذٰلک حتـمـاً لا يـجـوز غيـره، أمـا لـوقرأه للتيسير عليه أو تبركاً بقراء ته عليه الصلوٰة والسلام فـلاكـراهة لٰـكـن بشـرط أن يـقـرأ غيـره إحيـانـاً لـئـلا يـظـن الجـاهل أن غيرهـا لا يجوز. (رد المحتار: ۱/ ۵۰۸)(۱)**فقط واللّٰہ تعالی أعلم**

۳/ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ۔(احسن الفتاویٰ:۳/ ۸۱، ۸۲)

سورۂ فاتحہ کی ہر آیت پر وقف افضل ہے:

سوال: ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ جب نماز میں پڑھی جائے تو ہر آیت پر وقف کرنا مستحب وافضل ہے، دوسرے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ بدون وقف کئے مسلسل پڑھنا افضل ہے، دونوں میں سے کس کا قول صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

سورۂ فاتحہ کی ہر آیت پر وقف کرنا افضل ہے۔

عـن ابـن جـريج،عن ابن أبی مليكة،عن أم سلمة رضی اللّٰه تعالی عنها قالت:كان رسول اللّٰه صـلّـی اللّٰه عليه وسلّم يقطع قراء ته يقول(الحمد للّٰه رب العالمين)،ثم يقف،ثم يقول:(الرّحمن الرّحيم)ثم يقف. {رواه الترمذی}(مشكوٰةالمصابيح: ۱۹۱، شمائل الترمذی: ۵۹۲)(۲)

(۱) باب صفة الصلاة،فصل فی القراء ة،مطلب:السنة تكون سنة عين وسنة كفاية.

عـن أبی هريرة أن الـنبـی صـلـی الـلّٰـه عـليه وسلم كان يقرأ فی الصبح يوم الجمعة بـ"الم تنزيل"فی الركعة الأولٰی وفی الثانية "هل أتٰی علی الإنسان حين من الدهر لم يكن شیء مذكوراً". (الصحيح لمسلم،باب مايقرأ فی يوم الجمعة (ح: ۸۸۰)انيس)

وأی سورة قرأ فی صلاة الـعيـد جـاز وقد بلغنا عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم أنه كان يقرأ فيها﴿سبح اسم ربک الأعلٰی﴾و﴿هل أتاک حديث الغاشية﴾ فإن تبرک باقتداء برسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم فی قراء ة هاتين السـورتيـن فـحسـن ولـكـن يـكـره أن يتـخـذ شيـئـاً مـن الـقـرآن حتما فی صلاة لا يقرأ فيها غيره فربما يظن ظانٌّ أنه لاتجوزتلک الصلاة إلا بقراء ة تلک السورة فكان هو مدخلا فی الدين ما ليس منه وقال عليه الصلاة والسلام: "من أدخل فی ديننا ما ليس منه فهو رد". (المبسوط للسرخسی،باب صلاة العيدين: ۲/ ۴۰،دارالمعرفة)/نحوه فی البدائع، فصل بيان مايستحب فی يوم الجمعة ومايكره: ۱/ ۲۶۹،دارالكتب العلمية. انيس)

(۲) مشكاة المصابيح، كتـاب فضائل القرآن،باب آداب التلاوة و دروس القرآن (ح: ۲۲۰۵)/سنن الترمذی، باب فی فاتحة الكتاب (ح: ۲۹۲۷)

عـن أم سـلـمـة قـالـت:كان رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم إذا قرأ يقطع قراء ته آية آية {بسـم اللّٰه الرحمن الرحيم ۝ الحمدللّٰه رب العالمين ۝ الرحمن الرحيم ۝ مالک يوم الدين ۝.[واللفظ لعبداللّٰه بن محمدإسناده صحيح وكلهم ثقات،الخ]. (سنن الدارقطنی،باب وجوب قراء ة بسم اللّٰه الرحمن الرحيم،الخ (ح: ۱۱۹۱)انيس)

وفی کنز العمال عن أبی عثمان النهدی عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰه تعالی عنه أن النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم کان یقطع قرأته بسم اللّٰه الرحمن الرحیم،الحمد للّٰه رب العالمین إلٰی آخرها،السلفی فی انتخاب حدیث الفراء،ورجاله ثقات.(کنز العمال:۷۱/۸)(۱)

حدیث ذیل سے بھی اس کی فضیلت ثابت ہورہی ہے:

عن أبی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه عن النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم قال:"من صلّی صلوٰةً ثم لم یقرأفیها بأم القرآن فهی خداج "ثلا ثاً،غیرتمام فقیل لأبی هریرة رضی اللّٰه تعالی عنه:إنا نکون وراء الإمام فقال:اقرأ بها فی نفسک،فإنی سمعت رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم یقول :قال اللّٰه تعالیٰ:قسمت الصلوٰة بینني وبین عبدی نصفین ولعبدی ما سأل،فإذا قال العبد الحمد للّٰه ربّ العٰلمین،قال اللّٰه تعالیٰ:حمدنی عبدی،وإذا قال:الرحمن الرحیم ، قال اللّٰه تعالیٰ:أثنی علیّ عبدی،وإذا قال:مالک یوم الدین،قال:مجدنی عبدی،وقال:مرة فوّض الیّ عبدی،فإذا قال: إیّاک نعبد وإیّاک نستعین،قال:هذابینی وبین عبدی ولعبدی ما سأل،فإذا قال:إهدنا الصّراط المستقیم صراط الذین أنعمت علیهم غیر المغضوب علیهم ولاالضالّین،قال:هٰذا لعبدی ولعبدی ما سأل.(الصحیح لمسلم:۱۶۹/۱)(۲) فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم

۳/ جمادی الاولیٰ ۹۸ھ۔(احسن الفتاویٰ:۳/۸۲۔۸۳)

بوقت بارش مقدار مسنون سے کم قرأت کرے:

سوال: اگر عین جمعہ کی جماعت کے وقت بارش ہونے لگے، امام صاحب کے علم میں یہ بات ہو کہ سینکڑوں نمازی مسجد کے صحن میں کھڑے بھیگ رہے ہیں تو ایسی صورت میں کیا یہ اقرب بہ سنت نہ ہوگا کہ امام صاحب بہت چھوٹی سورتوں سے نماز پڑھائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

جی ہاں!

قال ابن عابدین رحمه اللّٰه تعالی:فقد ظهرمن کلامه(الکمال) أنه لاینقص عن المسنون إلا لضرورة کقراء ته بالمعوذتین لبکاء الصبیّ .(رد المحتار: ۵۲۸/۱)(۳) فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم

۱۶/ جمادی الآخرہ ۱۳۹۱ھ۔(احسن الفتاویٰ:۳/۸۳)

(۱) کنز العمال،فصل فی أذکار التحریمة ومایتعلق بها:۱۰۸/۸،رقم الحدیث:۲۲۱۱۸،مؤسسة الرسالة.انیس

(۲) الصحیح لمسلم،کتاب الصوم،باب وجوب قراء ة الفاتحة (ح:۳۹۵) بیت الأفکار،انیس

(۳) کتاب الصلاة،باب الإمامة،مطلب:إذا صلی الشافعی قبل الحنفی هل الأفضل الصلاة مع الشافعی أم لا؟==

نماز میں درمیان سورت سے پڑھنا:

سوال: آج کل عام طور پر ائمہ مساجد نمازوں میں پوری سورت پڑھنے کی بجائے درمیان سے کوئی رکوع پڑھتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے یا کہ اس میں کوئی کراہت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

مروج دستور میں بڑی قباحت یہ ہے کہ نمازوں میں سنت کے مطابق مفصل سورتیں نہیں پڑھی جاتیں؛ حالانکہ یہ سنت ہے۔ مفصل سورتوں کا جزء پڑھنے میں یہ تفصیل ہے کہ ایک سورت کے آخر سے دونوں رکعتوں میں قرأت کرنے میں کوئی کراہت نہیں، اس کے سوا دوسری صورتیں مثلاً اول سورت یا وسط سورت سے پڑھنا، یا ایک رکعت میں ایک سورت کا آخر اور دوسری رکعت میں دوسری سورت کا آخر پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

قال في شرح التنوير: لا بأس أن يقرأ سورة ويعيدها في الثانية،وأن يقرأ في الأولٰى من محل وفي الثانية من اٰخر ولو من سورة إن كان بينهما اٰيتان فأكثر.

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: قال في النهر وينبغي أن يقرأ في الركعتين اٰخر سورة واحدة لا اٰخر سورتين فإنه مكروه عند الأكثر،آهـ،لكن في شرح المنية عن الخانية:الصحيح أنه لا يكره، وينبغي أن يراد بالكراهة المنفية التحريميّة،فلا ينافي كلام الأكثر ولا قول الشارح: لا بأس،تأمل، ويؤيده قول شرح المنية عقب ما مرّ وكذا لو قرأ في الأولٰى من وسط سورة أومن سورة أولها ثم قرأ في الثانية من وسط سورة أخرٰى أومن أولهاأوسورة قصيرة الاصح أنه لا يكره لٰكن الأولى أن لا يفعل من غير ضرورة آهـ (قوله ولو من سورة،إلخ) واصل بما قبله:أي لو قرأ من محلين بإن انتقل من اٰية إلى اخرىٰ من سورة واحدة لا يكره إذا كان بينهما اٰيتان فأكثر لكن الأولٰى أن لا يفعل بلا ضرورة لأنه يوهم الإعراض والترجيح بلا مرجّح. (شرح المنية) وإنما فرض المسألة في الركعتين لأنّه لو انتقل في الركعة الواحدة من اٰية إلٰى اٰية يكره وإن كان بينهما اٰيات بلا ضرورة فإن سها ثم تذكر يعود مراعاة لترتيب الأيات. (شرح المنية). (رد المحتار: ۱/ ۱۰۵)(۱) فقط والله تعالى أعلم

۲۳ر رمضان ۹۸ھ۔ (احسن الفتاویٰ:۳/ ۸۵-۸۶)

== أقول: الدعوة إلى الحق لا تتم فائدتها إلا بالتيسير والتنفير يخالف الموضوع والشيء الذي يكلف جمهور الناس من حقه التخفيف كما صرح النبي صلى الله عليه وسلم حيث قال:إن منكم منفرين.(حجةالله البالغة، الجماعة: ۲/ ۴۲،دارالجيل بيروت.انيس)

(۱) باب صفة الصلاة،فصل في القراءة،مطلب:الاستماع للقرآن فرض كفاية،انيس

دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت پڑھنا:

سوال: ایک رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھی، دوسری میں بھی سورۂ اخلاص پڑھی، تو نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

فرائض میں عمداً ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے، نوافل میں کوئی کراہت نہیں۔

قال في العلا ئية: لابأس أن يقرأ سورة ويعيدها في الثانية.(۱)

وفي الشامية: أفاد أنه يكره تنزيهًا.(رد المحتار: ۵۱۰/۱)(۲)

وفي العلائية: ولايكره في النفل شئ من ذلك.(۳) والله تعالىٰ أعلم

۲۷/شعبان ۱۳۸۸ھ۔(احسن الفتاویٰ: ۷۶/۳)

---

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، باب صفة الصلاة: ۲۶۸/۲/ وكذا في مجمع الأنهر في ملتقى الأبحر، فصل في أحكام القراءة في الصلاة: ۱۰۶/۱، دار إحياء التراث العربي. انيس

لا بأس أن يقرأ سورة في الأولىٰ ثم يعيدها في الثانية لما روى أنه عليه الصلاة والسلام قرأ في الركعة الأولىٰ من المغرب ﴿إذا زلزلت الأرض﴾ ثم قام وقرأها في الثانية.(تبيين الحقائق، فصل الشروع في الصلاة وبيان إحرامها: ۱۳۱/۱، بولاق مصر)

عن رجل من جهينة أنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقرأ في الصبح إذا زلزلت الأرض في الركعتين كلتيهما فلا أدري أ نسي رسول الله صلى الله عليه وسلم أم قرأ ذلك عمداً.(سنن أبي داؤد، باب الرجل يعيد سورة واحدة في الركعتين (ح:۸۱۶)/سنن البيهقي الكبرىٰ، باب التجوز في القراءة في صلاة الصبح (ح: ۴۰۲۱)

عن سعيد بن المسيب قال: صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم الفجر فقرأ في الركعة الأولىٰ بـ"إذا زلزت" ثم قام في الثانية فأعادها.(المراسيل لأبي داؤد، باب فرى القراءة (ح: ۴۰) انيس)

عن عروة أن أبا بكر الصديق صلى الصبح فقرأ فيها بسورة البقرة في الركعتين كلتيهما.(موطأ الإمام مالك، ت: الأعظمي، القراءة في الصبح (ح: ۲۷۰) انيس)

(۲) باب صفة الصلاة، فصل في القراءة، مطلب: الاستماع للقرآن فرض كفاية، انيس

(۳) رد المحتار. باب صفة الصلاة: ۵۱۱/۱.

ولو قرأ السورة في ركعة ثم كررها في الثانية يكره إلا في النوافل.(قنية المنية لتتميم الغنية، باب في القراءة والتسبيح والتعوذ والثناء: ۱۶، طبع كلكتة. انيس)

قال في الخلاصة: هذا كله في الفرائض، أما في النوافل فلا يكره، وعندي في الكلية نظر، الخ.(فتح القدير، فصل في القراءة: ۳۴۳/۱، دار الفكر بيروت. انيس)

سنت فجر اور وتر میں متعین سورتیں پڑھنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نمازوں میں مخصوص سورتیں پڑھنا، جیسے فجر کی سنتوں میں پہلی رکعت میں الکافرون اور دوسری میں سورۂ اخلاص اور وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ التکاثر دوسری میں سورۃ الکافرون اور تیسری میں سورۂ اخلاص ہمیشہ پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

فجر کی سنتوں میں سورۂ کافرون واخلاص اور وتر میں سورۂ اعلیٰ، کافرون اور اخلاص پڑھنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے،(۱) وتر کی پہلی رکعت میں سورۂ تکاثر کی کوئی وجہ تخصیص نہیں، مع ہذا اگر سورۂ غیر ماثورہ بغرض سہولت یا سورۂ ماثورہ بہ نیت تبرک اختیار کرتا ہے تو اس میں کوئی کراہت نہیں، مگر اس کو لازم نہ سمجھے اور کبھی کبھی ناغہ کر دینا بہتر ہے، البتہ وتر کی امامت میں ان سورتوں پر دوام مکروہ ہے، اس لیے کہ اس سے ناواقف کو شبہ وجوب ہوسکتا ہے، اسی لیے فرائض کی امامت میں بھی مخصوص سورت پر دوام مکروہ ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲؍رجب ۱۳۹۷ھ۔ (احسن الفتاویٰ:۳؍۸۰)

☆☆☆

---

(۱) عن عبدالله بن عمر قال: رمقت النبی صلی الله علیه وسلم شهراً فکان یقرأ فی الرکعتین قبل الفجر قل یا أیها الکافرون وقل هو الله أحد. (مسند الإمام أحمد،مسند عبدالله بن عمر (ح: ۵۶۹۱)/موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان،باب ماجاء فی رکعتی الفجر وما یقرأ فیهما (ح:۶۰۹)انیس)

عن عبد الرحمن بن أزدی قال: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقرأ فی الوتر فی الرکعة الأولیٰ بـ"سبح اسم ربک الأعلیٰ" وفی الثانیة "قل للذی کفروا یعنی قل یا أیها الکافرون" وهی هکذا فی قراء ة ابن مسعود رضی الله عنه وفی الثالثة "قل هو الله أحد".

قال محمد: إن قرأت بهذا فهو عندنا حسن وما قرأت من القرآن فی الوتر مع فاتحة الکتاب فهو أیضاً حسن إذا قرأت مع فاتحة الکتاب بثلاث آیات فصاعدا وهو قول أبی حنیفة رحمه الله. (کتاب الآثار لمحمد بن الحسن الشیبانی،باب الوتر ومایقرأ فیها: ۳۲۶/۱،دارالکتب العلمیة بیروت.انیس)

(۲) ولا ینبغی أن یوقت شیئاً من القرآن فی الوتر لمامر،ولو قرأ فی الرکعة الأولیٰ ﴿سبح اسم ربک الأعلیٰ﴾ ...إتباعاً للنبی صلی الله علیه وسلم کان حسناً لکن لا یواظب علیه کی لا یظنه الجهال حتماً. (بدائع الصنائع،فصل فی القنوت: ۲۷۳/۱،دارالکتب العلمیة.انیس)

مکروہاتِ قرأت

دوسری رکعت کو پہلی سے لمبی کرنا اور درمیان میں چھوٹی سورت چھوڑ نا مکروہ ہے:

سوال: ایک شخص اول رکعت کی قرأت سے دوسری رکعت کی قرأت کو طویل کرتا ہے اور چھوٹی سورت درمیان میں چھوڑتا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

دوسری رکعت میں بہ نسبت قرأت اول رکعت کی تین آیتوں سے زیادہ طول کرنا مکروہ ہے،(۱) اسی طرح چھوٹی سورت کا فاصلہ کرنا مکروہ ہے۔(کذافی الدر المختار)(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۱۷-۲۱۸)

(۱) یہاں کراہت سے مراد مکروہ تنزیہی ہے، ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فجر کی نماز میں معوذتین کی قراءت ثابت ہے، ظاہر ہے کہ سورہ فلق سے سورہ ناس لمبی ہے۔

عن عقبة بن عامر: أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم أمھم بالمعوذتین فی صلاة الصبح. (مسند الرویانی،جبیربن نفیر عن عقبة بن عامر (ح:۲٤٤)/صحیح ابن حبان،ذکر الإباحة للمرء أن یقتصر فی القراء ة فی الفجر(ح:۱۸۱۸)

البتہ دوسری روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول نہیں تھا، بلکہ آپ نے بچے کی رونے چلانے کی آواز سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا۔

عن أنس بن مالک أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم جوز ذات یوم فی صلاة الفجر فقیل:یارسول اللّٰہ! لم جوزت؟قال:سمعت بکاء صبی فظننت أن أمه معنا تصلی فأردت أن أفرغ له أمه.(مسند الإمام أحمد،مسند أنس بن مالک (ح:۱۳۷۰۱)/حدیث السراج،الجزء الثالث منحدیث أبی العباس محمد،الخ (ح:۵۸۹)انیس)

(۲) وتطال أولی الفجرعلیٰ ثانیتھا...(فقط)وقال محمد: أولی الکل حتٰی التراویح،قیل:وعلیه الفتویٰ (وإطالة الثانیة علی الأولیٰ یکرہ)تنزیھًا (إجماعاً إن بثلاث آیات) إن تقاربت طولاً وقصراً و إلا اعتبرالحروف والکلمات،الخ (وإن بأقل لایکرہ)إلخ ویکرہ الفصل بسورة قصیرة (الدرالمختارعلیٰ ھامش رد المحتار،باب صفة الصلاة،فصل فی القراء ة:۱/۵۰۵-۵۰٦،۵۱۰،ظفیر)

دوسری رکعت کی قرأت کرنے کی صورت میں اگر چھوٹی سورت کے برابر فصل ہو تو مکروہ ہے، البتہ اگر لمبی سورت دونوں رکعت میں پڑھے، مگر اس طور پر کہ اس کی وجہ سے دوسری رکعت لمبی ہو جائے تو یہ مکروہ نہیں ہے۔

أما بسورة طویلة بحیث یلزم منه إطالة الرکعة الثانیة إطالة کثیرة فلا یکرہ.(ردالمحتار،فصل فی القراء ة :۱/۵٤٦،دارالفکر.انیس)

دوسری رکعت میں لمبی قرأت مکروہ تنزیہی ہے:

سوال: مسئلہ جومشہور ہے کہ پہلی رکعت میں چھوٹی سورت اوردوسری میں بڑی سورت مکروہ ہے، یہ مکروہ کونسا مکروہ ہے، تحریمی یا تنزیہی اور بڑی چھوٹی ہونے میں کچھ حد ہے کہ اتنی بڑی یا اتنی چھوٹی ہو یانہیں، اگرکوئی شخص پہلی رکعت میں سورۂ کوثر پڑھے اوردوسری رکعت میں سورۂ اخلاص، یہ مکروہ ہوگا یانہیں، اورسورتوں میں جوترتیب ہے یہ سنت ہے یاواجب اس کے ترک سے سجدۂ سہولازم ہوگا یانہ؟

الجواب

فی الدر المختار: (وإطالة الثانية علی الأولٰی يكره)تنزيهًا(إجماعًا إن بثلاث آيات)إلخ.(۱)
پس معلوم ہوا کہ اگرکسی نے پہلی رکعت میں سورۂ کوثر اوردوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھی تو یہ مکروہ نہیں؛ کیوں کہ دوسری سورت میں تین آیتوں کی زیادتی نہیں ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۲۱)

فجر کی دوسری رکعت میں قرأت پہلی سے لمبی کردے تو مکروہ ہے یانہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ امام صبح کی نماز میں اول رکعت سے دوسری رکعت میں قرأت کوقصداً دوچار آیات طول دیوے، اس صورت میں بلاکراہت نماز صحیح ہوگی یانہیں؟

الجواب

اس صورت میں نماز صحیح ہے، بلاکراہت۔
شامی میں ہے کہ بڑی سورتوں میں تین آیات کی زیادتی کا اعتبارنہیں ہے، البتہ چھوٹی سورتوں میں دوسری رکعت میں تین آیات کی زیادتی مکروہ تنزیہی ہے۔(۳) فقط واللہ اعلم
کتبہ عزیزالرحمٰن عفی عنہ، مفتی مدرسہ دیوبند۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۴۸)

---

(۱) الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل فی القراءة: ۵٤۲/۱، دار الفكر، ظفير
(۲) (وإن بأقل لا)يكره.(أيضاً: ۵٤۳/۱، ظفير)
(۳) بل الذی ينبغی أن الزيادة إذا كانت ظاهرة ظهورًا تامًا تكره وإلا فلا للزوم الحرج فی التحرز عن الخفية.
وأيضاً قال: والذی تحصل من مجموع كلامه وكلام القنية، أن إطلاق كراهة إطالة الثانية بثلاث آيات مقيد بالسور القصيرة المتقاربة الآيات لظهور الإطالة حينئذ فيها أما السور الطويلة أو القصيرة المتفاوتة فلايعتبر العدد فيهما بل يعتبر ظهور الإطالة من حيث الكلمات وإن اتحدت اٰيات السورتين عدداً. فقط واللّٰه أعلم .(ردالمحتار: ۵۰۷/۱)
(باب صفة الصلاة، فصل فی فضائل القراءة، مطلب: السنة تكون سنة عين وسنة كفاية: ۵٤۳/۱، انيس)

پہلی رکعت میں سورہ "سبح اسم ربک، الخ" اور دوسری میں سورۃ الغاشیۃ پڑھنے کا حکم؛ درانحالیکہ سورۂ غاشیہ کی آیات زائد ہیں:

سوال: "سورۃ سبح اسم" اور "ھل أتاک حدیث الغاشیۃ" ان دونوں صورتوں میں سورۂ غاشیہ کی آیات سورۂ اعلیٰ سے زیادہ ہیں، نماز میں ان دونوں کو پڑھنے سے کسی قسم کی کراہت تو نہیں؟

الجواب

لکونہ ماثورًا فیستثنی من الکراھۃ.(۱)

۲۳/رجب ۱۳۴۹ھ۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/)

دوسری رکعت کو طول دینے میں کس چیز کا اعتبار ہے:

سوال: نماز میں اول رکعت سے دوسری رکعت میں زیادہ قرأت مکروہ ہے، یہ بحساب آیتوں کے ہے یا بحساب حروف کے یا بحساب کلمات کے؟

الجواب

اگر آیتیں برابر یا قریب برابر کے ہیں تو عدد آیات کا اعتبار ہے کہ دوسری رکعت کی قرأت تین آیات سے زیادہ نہ ہو اور اگر آیات متفاوت ہوں، طول وقصر میں تو حروف وکلمات کا اعتبار ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۲۵۵)

(۱) یہ سوال وجواب النور محرم ۱۳۵۰ھ سے لکھا گیا ہے، اس میں چند نمبر اور بھی تھے جن کا تبویب میں دوسری جگہ آنا مناسب تھا، وہاں درج کردئے گئے۔ بندہ محمد شفیع

حاصل جواب: چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیۃ پڑھنا ثابت ہے، لہذا کراہت نہیں ہے۔ سعید احمد

عن النعمان بن بشیر أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قرأ فی الجمعۃ والعیدین ب"سبح اسم ربک الأعلیٰ" و"ھل أتاک حدیث الغاشیۃ". (مسند أبی داؤد الطیالسی، النعمان بن بشیر (ح: ۸۳۲)/سنن الدارمی، باب القراءۃ فی صلاۃ الجمعۃ (ح: ۱۶۰۹)/الصحیح لمسلم، باب مایقرأ فی صلاۃ الجمعۃ (ح: ۸۷۸)/سنن أبی داؤد، باب مایقرأ بہ فی صلاۃ الجمعۃ (ح: ۱۱۲۲)/سنن الترمذی، باب القراءۃ فی العیدین (ح: ۵۳۳)/مسند البزار، مسند النعمان بن بشیر (ح: ۳۲۳۰)/سنن النسائی، باب القراءۃ فی العیدین بسبح اسم ربک الأعلیٰ (ح: ۱۵۶۸)/المنتقی لابن الجارود، ماجاء فی العیدین (ح: ۲۶۵)/مسند أبی حنیفۃ روایۃ أبی نعیم، إبراھیم بن محمد بن المنتشر بن الأجدع: ۱/۵۲، مکتبۃ الکوثر الریاض)

عن سمرۃ بن جندب أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قرأ فی صلاۃ الجمعۃ "سبح اسم ربک الأعلیٰ" و "ھل أتاک حدیث الغاشیۃ". (مسند أبی داؤد الطیالسی، وما أسند عن سمرۃ بن جندب (ح: ۸۲۹)/سنن النسائی، القراءۃ فی صلاۃ الجمعۃ بسبح اسم ربک الأعلیٰ (ح: ۱۴۲۲) انیس)

(۲) (وإطالۃ الثانیۃ علی الأولی یکرہ) تنزیھاً (إجماعًا إن بثلاث آیات) إن تقاربت طولاً وقصرًا، وإلا اعتبرت الحروف والکلمات، الخ (وإن بأقل لا) یکرہ. (الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار، باب صفۃ الصلاۃ، فصل فی القراءۃ: ۱/۵۰۶)

وتر کی رکعتوں میں بڑی چھوٹی سورتوں کی قرأت کی تو نماز ہوئی یا نہیں:

سوال: وتر میں امام صاحب نے پہلی رکعت میں "و العصر"، دوسری میں "التکاثر"، تیسری میں "الھمزة" پڑھی، تیسری سورت دوسری سے دوگنی ہے تو نماز وتر ہوئی یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

نماز وتر ہوگئی، اس قدر سورتوں کے بڑے چھوٹے ہونے سے نماز میں کچھ کراہت نہیں آتی ۔(۱)

سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ترتیب قرآن کے خلاف سورتیں پڑھی گئیں، یہ بھی مکروہ ہے، اس سے پرہیز کرنا چاہیے، یوں نماز ہوگئی ۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۳۵-۲۳۶)

چھوٹی سورت کا فصل مکروہ ہے:

سوال: اگر کوئی چھوٹی سورتوں میں سے ایک سورة پڑھ کر درمیان میں ایک سورة چھوڑ کر دوسری رکعت میں تیسری سورت پڑھے یا پہلی رکعت میں چھوٹی سورة اور دوسری میں بڑی سورة پڑھے تو کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

سورۂ قصیر کا فصل کرنا فرائض میں مکروہ ہے ۔(۳)

(۱) (وإطالة الثانية على الأولٰى يكره) تنزيهًا(إجماعاً إن بثلاث آيات)إن تقاربت طولاً وقصرًا وإلا اعتبرت الحروف و الكلمات واعتبر الحلبى فحش الطول لا عدد الآيات،واستثنى فى البحر ماوردت به السنة،واستظهر فى النفل عدم الكراهة مطلقًا(وإن بأقل لا)يكره.(الدر المختار)

(قوله: فحش الطول ،إلخ)كما لوقرأ فى الأولٰى والعصروفى الثانية الهمزة فرمزفى القنية أولاً أنه لايكره،ثم رمزثانياً أنه يكره وقال: لأن الأولٰى ثلاث آيات والثانية تسع وتكره الزيادة الكثيرة،الخ.(رد المحتار،فصل فى القراءة :۱/۵۰۶-۵۰۷)(باب صفة الصلاة،مطلب:السنة تكون سنة عين وسنة كفاية،انيس)

(۲) ويكره الفصل بسورة قصيرة وأن يقرأ منكوساً.(الدر المختار)

لأن ترتيب السور فى القراءة من واجبات التلاوة.(رد المحتار،فصل فى القراءة : ۱/۵۱۰،ظفير)(باب صفة الصلاة،مطلب:الاستماع للقرآن فرض كفاية،انيس)

ويكره أن يقرأ سورة أو آية فى ركعة ثم يقرأ فى الثانية مافوقها وعليه جمهور الفقهاء وعن عبداللّٰه أنه سئل عمن يقرأ القرآن منكوساً فقال:ذلك منكوس القلب،وهو بأن يقرأ سورة ثم يقرأ بعدها سورة قبلها فى النظم وبه قال أحمد،ولم يكرهه مالك.(حاشية الشلبى على تبيين الحقائق،فصل الشروع فى االصلاة وبيان إحرامها: ۱/۱۳۱، المطبعة الأميرية بولاق مصر.انيس)

(۳) ويكره الفصل بسورة قصيرة،إلخ،ولايكره فى النفل شئ من ذالك.(الدر المختار على هامش رد المحتار،باب صفة الصلاة،فصل فى القراءة:۱/۵۱۰،ظفير)

==

اور دوسری رکعت میں بقدر تین آیت یا زیادہ، پہلی رکعت سے قرأت زیادہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

(وإطالة الثانية على الأولىٰ يكره) تنزيهاً (إجماعًا إن بثلاث آيات)، إلخ. (الدر المختار)(۱) **فقط**

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۲۲۴)

ترتیب قرآنی، دوسورتوں کے درمیان فصل کی صورت میں سجدۂ سہو کا حکم:

سوال: اگر سورۂ کافرون پڑھ کر "إنا أعطينا يا لإيلٰفِ" وغیرہ پڑھے، تو ترتیب قرآنی کے خلاف پڑھنے میں نماز ہوگی یا نہیں اور اگر سجدہ سہو کرلے تو کراہت جاتی رہے گی یا نہیں؟

(۲) اول رکعت میں "إناأعطينا"، دوسری رکعت میں اذا جاء پڑھے، تو نماز مکروہ ہوگی کہ نہیں؛ اس لئے کہ اس نے چھوٹی سورت ایک درمیان میں چھوڑ کر کے، پڑھی سجدۂ سہو کرنے سے نماز کی کراہت جاتی رہے گی کہ نہیں؟

(۳) اول رکعت میں چھوٹی سورت پڑھے دوسری میں بڑی سورت پڑھے تو نماز مکروہ ہوگی کہ نہیں اور سجدۂ سہو سے نماز ٹھیک ہوگی یعنی کراہت جاتی رہے گی یا نہیں؟

الجواب

(۱) **فى الدر المختار، فصل القراءة: ويكره الفصل بسورة قصيرة وإن يقرأ منكوسًا.** (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز ہوگئی اور سجدۂ سہو لازم نہیں، خصوصاً جبکہ بلا قصد ہوا ہو تو کراہت بھی نہیں۔

لما فى (۴) الرد: (قوله ثم ذكريتم) أفاد أن التنكيس أو الفصل بالقصيرة إنما يكره إذا كان عن قصد فلو سهوًا فلا كما فى شرح المنية، آه. (ص: ۵۷۱)(۳)

(۲) **فى الدر المختار: ويكره الفصل بسورة قصيرة.**

فى ردالمحتار: أما بسورة طويلة بحيث يلزم منه إطالة الركعة الثانية إطالةً كثيرةً فلا يكره، شرح المنية. (۵)

== (و) يكره (فصله بسورة بين سورتين قرأهما فى ركعتين) لما فيه شبهة التفضيل والهجر، وقال بعضهم: لايكره، إذا كانت السورة طويلة كما لو كان بيهمنا سورتان قصيرتان. (مراقى الفلاح شرح نورالإيضاح، فصل فى المكروهات: ۱۲۹، المكتبة العصرية. انيس)

(۱) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار. باب صفة الصلاة، فصل فى القراءة: ۱/۵۰۶، ظفير

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، فروع فصل القراءة قبل باب الامامة: ۱/۵۴۶۔

(۳) ردالمحتار: ۱/۵۴۷، قبل باب الإمامة (باب صفة الصلاة، فصل فى القراءة، مطلب: الاستماع للقرآن فرض كفاية، انيس)

(۴) یہاں پر تصحیح الاغلاط ص: ۱۰ سے عبارت میں اضافہ کیا گیا ہے۔

(۵) الدر المختار مع ردالمحتار، فروع فصل القراءة قبل باب الإمامة: ۱/۵۴۶ (باب صفة الصلاة، مطلب: الاستماع للقرآن فرض كفاية، انيس)

اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹی سورت درمیان میں چھوڑ نا، جومکروہ ہے، تواس میں شرط یہ ہے کہ سورت متروکہ اول سورت سے بڑی نہ ہو،(۱) ورنہ مکروہ نہیں اور چونکہ صورت مسئولہ (۲) میں سورت متروکہ یعنی "قل یاأیها الکافرون" سورت "إنا أعطیناک الکوثر" سے بڑی ہے، اس لئے یہ ترک مکروہ نہیں ہوا، البتہ دوسری رکعت کا طویل ہونا موجب کراہت ہوا، **کما فی الدر المختار أیضا: و إطالة الثانیة علی الأولیٰ یکره تنزیهًا**؛ لیکن سجدۂ سہو لازم نہیں۔

(۳) مکروہ بمعنی خلاف سنت ہے، **لما مر فی الجواب عن السوال الثانی**؛ لیکن سجدہ سہو واجب نہیں۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم وعلمه أتم

۲/ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ۔ (امداد صفحہ: ۶۸/۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲۵۹/۱-۲۶۰)

درمیان میں چھوٹی سورت نہ چھوڑی جائے:

سوال: کہا جاتا ہے کہ "إِذَا جَاءَ" کے بعد "تَبَّتْ" پڑھنی چاہئے اس کو ترک کر کے "قُلْ هُوَ اللّٰهُ" نہ پڑھے ... پڑھنے والے کو "إِذَا جَاءَ" اور "قُلْ هُوَ اللّٰهُ" سے محبت ہے تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب ——————

ایک چھوٹی سورت کا فاصلہ کرنا فرائض و واجبات میں فقہا نے مکروہ لکھا ہے، (۳) پس اگر "قُلْ هُوَ اللّٰهُ" دوسری رکعت میں پڑھنی ہے تو پہلی میں "قُلْ یَا اَیُّهَا" پڑھ دے اور اگر پہلی رکعت میں "إِذَا جَاءَ" پڑھی ہے تو دوسری میں "قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" پڑھے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۳۶/۲)

چھوٹی سورت کی تعریف:

سوال: جو آیت سورۂ کوثر کے برابر ہو بڑی آیت شمار ہوگی، کسی کتاب فقہ کی عبارت تحریر فرمادیجئے کہ کم سے کم بڑی آیت کی مقدار کیا ہے؟

الجواب ——————

درمختار میں ہے:

(وضم) أقصر (سورة) کالکوثر أوماقام مقامها وهو ثلاث آیات قصار، نحو ﴿ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ﴾.

---

(۱) اس سلسلہ میں مفصل بحث سوال نمبر: ۲۱۴ کے جواب اور اس کے حاشیہ میں گذری ہے۔

(۲) اس جگہ بھی تصحیح الاغلاط ص: ۱۰ سے عبارت میں ترمیم کی گئی ہے۔ محمد شفیع عفی عنہ

(۳) مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، فصل فی المکروهات: ۱۲۹، المکتبة العصریة. انیس

وفي ردالمحتار: (قوله: تعدل ثلاثاً قصاراً) أي مثل "ثُمَّ نَظَرَ، إلخ" وهي ثلاثون حرفاً فلو قرأ آية طويلة قدر ثلاثين حرفاً يكون قد أتى بقدر ثلاث آيات، إلخ. (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۲۲۶)

چھوٹی سورت کی مقدار کیا ہے اور وہ کونسی ہیں:

سوال: وہ چھوٹی سورتیں کونسی ہیں جن کو پہلی رکعت اور دوسری رکعت کی قرأت کے درمیان چھوڑنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے؟

الجواب

وہ سورتیں قصار مفصل کی "لم یکن" سے آخر قرآن شریف تک ہیں۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۲۴۴)

چھوٹی تین آیتوں کی پہچان:

سوال: قرآن مجید کی چھوٹی سی تین آیتیں جو ایک رکعت میں کافی ہوسکتی ہیں کونسی ہیں؟ آیت گول O ٹکڑے کی مانی جاتی ہیں، یا ج، ص، ز، ط وغیرہ پر مانی جاتی ہے؟ ایک بڑی آیت کے مقابلہ میں چھوٹی تین آیت کافی ہوسکتی ہیں یا کیا؟

الجواب

واجبات نماز میں سے یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد تین آیات چھوٹی یا ایک آیت بڑی جو چھوٹی تین آیتوں کے برابر ہو پڑھے، چھوٹی سورت جس میں تین آیتیں ہیں ﴿اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾ ہے، یہ سورت یا اس کے مانند کوئی دوسری سورت "الحمد" کے بعد پڑھنے سے واجب ادا ہوجاتا ہے اور آیت وہی سمجھی جاتی ہے، جس پر گول نشان اس صورت سے O ہو اور بڑی آیت کی مثال "آیۃ الکرسی" یا "آیۃ مداینۃ" وغیرہ ہے اور چھوٹی آیات کی مثال: ﴿ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ﴾ ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۲۴۵) ☆

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، باب صفة الصلوٰة، مطلب واجبات الصلوٰة: ۱/۴۲۷، ظفير (مطلب: كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها، انيس)

(۲) (و) منها إلى آخر "لم يكن" (أوساطه، الخ) وباقيه (قصاره). (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة: ۱/۵۰۴، ظفير)

(۳) (وضم) أقصر (سورة) كالكوثر أو ما قام مقامها، وهو ثلاث آيات قصار نحو "ثُمَّ نَظَرَ... ﴿ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ﴾ الخ. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب صفة الصلاة، واجبات الصلاة: ۱/۴۲۷، ظفير)

☆ تین چھوٹی آیتوں سے مراد:

سوال: نماز میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورہ ملانے کے مسئلہ میں کہا جاتا ہے کہ اگر ایک آیت تین چھوٹی آیتوں ==

قرأت کی مقدار:

سوال: زید نے مغرب کی نماز میں امام بن کر دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد سورۂ مزمل کی اخیر کی آیتوں میں سے ﴿وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَآتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ ھُوَ خَیْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾(۱) تک جہاں تین جگہ اور اخیر میں علامت آیت موجود ہے، پڑھی اور باقی رکعت کو حسب دستور ادا کیا، فاتحہ کے بعد اسی قدر آیت قرآنی پڑھنے سے اس کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

هو المصوب

صورت مسئول عنہا میں زید کی نماز مع الکراہۃ صحیح ہوئی؛ کیوں کہ اس کو پہلی دو رکعت میں فاتحہ کے بعد ایک سورت یا چھوٹی تین آیتیں یا بڑی ایک آیت پڑھنا واجب تھا؛ لیکن اس نے قصداً ایک آیت سے بھی کم پڑھ کر واجب کو ترک کیا، اس لئے اس پر نماز پھر پڑھنی واجب ہے اور نماز کو اعادہ نہ کرنے سے وہ فاسق اور گنہگار رہوا، چنانچہ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ کی عبارت اس پر شاہد ہے۔ عالمگیری میں ہے:

ویجب قراءۃ الفاتحة وضم السورة أو ما یقوم مقامها من ثلٰث آیات قصار أو آیة طویلة فی الأولیین بعد الفاتحة، کذا فی النهر الفائق، انتهٰی. (۲)

اور درمختار میں ہے:

و(لها واجبات) لا تفسد بترکها وتعاد وجوبًا فی العمد والسهو إن لم یسجد له، وإن لم یعدها یکون فاسقًا آثمًا، انتهٰی. (۳)

== کے برابر کی پڑھ لے تو نماز درست ہو جائے گی، تو تین چھوٹی آیتوں سے کون سی چھوٹی آیتیں مراد ہیں؟ (عبدالحفیظ، ناملی)

الجواب

فقہا نے قرآن کی سب سے چھوٹی تین آیات کی حیثیت سے ان آیات کا ذکر کیا ہے:

﴿ثُمَّ نَظَرَ، ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ، ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَکْبَرَ﴾(المدثر: ۲۱-۲۳، از محشی)

یہی بات قاضی خان اور علامہ حلبیؒ وغیرہ نے لکھی ہے، (دیکھئے: فتاوی قاضی خان: ۱/۱۶۱، کبیری: ص: ۲۷۴)

ان آیات میں تلفظ کے اعتبار سے ۲۹/حروف ہوتے ہیں۔ لہذا سورۂ فاتحہ کے ساتھ کم سے کم ایک ایسی آیت کا پڑھنا واجب ہے، جو ۲۹/حروف پر مشتمل ہو۔ (کتاب الفتاویٰ: ۲/۱۹۳)

(۱) سورة المزمل: ۲۰، انیس

(۲) الفتاوٰی الهندیة، الفصل الثانی فی واجبات الصلاة: ۱/۷۱، دار الفکر / النهر الفائق، باب صفة الصلاة: ۱/۱۹۷، دار الکتب العلمیة بیروت. انیس

(۳) باب صفة الصلاة، واجبات الصلاة: ۲/۱۴۶، انیس

اور ردالمحتار میں ہے:

(قوله وتعاد وجوبًا)أی بترک هذه الواجبات أوواحد منها،انتهٰی.(۱)

اور ہدایہ کے مکروہات الصلوٰۃ میں ہے:

والصلاة جائزة فی جميع ذلک لاستجماع شرائطها وتعاد علٰی وجه غيرمكروه وهذا الحكم فی كل صلٰوة أديت مع الكراهة.(وفی الحاشية:كما إذا ترک واجبًا من واجبات الصلٰوة)،انتهٰی.(۲)

اور جامع الرموز میں ہے:

وواجبها...(قراءة) خصوص (الفاتحة) (وضم)مقدار (سورة) من آية طويلة أوثلٰث قصار، وفی الكلام إشارة إلٰی أنه يجب تأخير السورة عن الفاتحة وإلٰی أنه يجب أن يقرأ مرة،كما فی المحيط وإلٰی أنها واجبة ولذاكان تاركها يؤمر بالإعادة،كما فی القنية وإلٰی أن نفس السورة واجبة أيضًا،كما قال القاضی فی الجامع.(۳)

اس لئے صورت مسئول عنہا میں امام مذکور کی قرأت میں بعد فاتحہ کے ایک آیت بھی نہیں پائی گئی؛ کیونکہ وہاں تین جگہ اور اخیر میں،علامت آیۃ موجود ہے،اسی سبب سے وہ تارک واجب ہوا،اور پھر نماز کو اعادہ نہ کرنے کی وجہ سے شرعاً فاسق اور گنہگار بھی ہوا،هكذا حكم الكتاب والله أعلم بالصواب وإليه المرجع والمآب.

حرره الراجی رحمة ربه الولی محمد رمضان علی الكوشاكالوی

أقول وبالله التوفيق وبيده أزمة التحقيق،الجواب جواب لايماثله جواب والمنكرعلی خلاف الصواب،لأن البعض قد استشكله بعبارة الهندية والشامی حيث حررت فی مقامها أنه لو قرأ بعض آية الكرسی فی ركعة والبعض فی ركعة أخرىٰ لايجوزعند الإمام وعند العامة يجوز ويكتفی فلاتثبت من قول الجوازوالكفاية الصحة الكاملة لترک الواجب وهوقراءة الأية التامة فی ركعة واحدة فعليه أن يعيد وجوبًا فی العمد والسهوإن لم يسجد له وإن لم يعدها يكون فاسقًا آثمًا كما فی الوقاية فرض القراءة آية...والمكتفی بها مسیء لترک الواجب.

وفی القدوری:يقرأ فاتحة الكتاب وسورة معهاأوثلاث آيات من أی سورة شاء.(۴)

(۱) ردالمحتار،باب صفة الصلاة،مطلب:واجبات الصلاة:۱۴۶/۲،انيس

(۲) الهداية،كتاب الصلاة،باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها،فصل فی مكروهات الصلاة:۲۵/۲،انيس

(۳) جامع الرموز،كتاب الصلاة،فصل شروط الصلاة:۷۹،انيس)
اس کے بعد مجیب نے اوقاف قرآن کی بحث طرداً لکھی ہے،ہم نے اختصاراً حذف کردیا۔

(۴) مختصر القدروی،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة:۲۷،انيس

وفی الذخیرة: قراء ة ثلاث آیات قصار أو آیة طویلة من واجبات الصلٰوة بالإجماع فلو قرأ مع الفاتحة اٰیة قصیرة سهوًا فعلیه السهو. (۱)

وفی الهندیة: لو قرأ أقل من آیة وإن کا ن حرفًا یکره. (۲)

وفی الدر المختار: کل صلٰوة أدیت مع کراهة التحریم تجب إعادتها. (۳) واللّٰه أعلم

محمد تبارک علی واشگنج۔

الجواب : حقیقت یہ ہے کہ جو مقدار قرأت کی فرض ہے، وہی مقدار سورۂ فاتحہ کے بعد واجب ہے؛ کیوں کہ فقہائے کرام جو الفاظ یعنی "سورة أو ما یقوم مقامها" وغیرہ فرض قراءت میں ذکر کرتے ہیں، وہی الفاظ واجبات میں ذکر کرتے ہیں، کما لا یخفی، بس اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ آیت طویلہ کا حصہ جو تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو، وہ تین آیتوں کے قائم مقام ہے یا نہیں، سو عالمگیری شامی وغیرہ کتب فقہ میں مصرح ہے:

إذا قرأ آیة طویلة فی الرکعتین نحو آیة الکرسی وآیة المداینة البعض فی رکعة والبعض فی أخری ... وعامتهم علٰی أنه یجوز، کذا فی المحیط. (۴)

اس سے ثابت ہوا کہ آیت طویلہ کا جز ومطلقاً کافی ہے؛ یعنی بدون فاتحہ کافی عن الفرض ہے اور مع الفاتحہ کافی عن الواجب ہے، پس جواب مرسل کی تصدیق میں جو لکھا ہے، فی الوقایة فرض القراءة آیة والمکتفی بها مسیء لترک الواجب، (۵) اس میں اکتفاء علی الآیۃ بدون الفاتحہ کا ذکر ہے اور ہندیہ سے جو "لو قرأ أقل من آیة وإن کان حرفًا یکره" (۶) نقل کیا ہے، وہ عبارت اس وقت ملی نہیں، اگر اس میں ہوتو مراد کراہۃ تنزیہہ لی جاوے گی، للجمع بین الروایات، اور عبارات فقہیہ جو واجبات صلٰوۃ میں ہیں کہ وضم السورة أو ما یقوم مقامها من ثلاث آیات قصار أو آیة طویلة (۷) یہ بر سبیل تمثیل ہے، آیۃ طویلہ کے حصہ کا اس میں ذکر نہیں نفیاً نہ اثباتاً، اور

(۱) وفی فتاوی النسفی: قراء ة ثلاث آیات قصار أو آیة طویلة واحدة بالإجماع. (البنایة شرح الهدایة، أدنٰی ما یجزی من القراء ة فی الصلاة: ۳۰۳/۲، دار الکتب العلمیة بیروت. انیس)

(۲) الفتاوی الهندیة، الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الرابع فی القراء ة: ۸۷/۱، انیس

(۳) کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۴۷ ۱، انیس

(۴) ردالمحتار، واجبات الصلاة: ۴۵۹/۱، دار الفکر / الفتاوی الهندیة، الفصل الأول فی فرائض الصلاة: ۶۹/۱، دار الفکر بیروت / المحیط البرهانی، الفصل الرابع فی کیفیتهما: ۲۹۸/۱، دار الکتب العلمیة بیروت. انیس

(۵) شرح الوقایة معه عمدة الرعایة، فصل فی القراء ة: ۱۴۰/۱، المطبع الیوسفی لکناؤ. انیس

(۶) الفتاوی الهندیة، الفصل الخامس فی زلة القاری: ۷۹/۱، دار الفکر بیروت. انیس

(۷) الفتاوی الهندیة، الفصل الثانی فی واجبات الصلاة: ۷۱/۱، دار الفکر بیروت. انیس

دوسری جگہ آیت کے جُزو کا کافی ہونا مصرح ہے، تو اس محکم کو مقدم رکھنا ضروری ہے، اس تمثیل کی بنا پر اس محکم جزئیہ میں کلام نہیں ہوسکتا۔

لہٰذا صورتِ سوال میں نماز بالکل درست ہوگئی، ترکِ واجب نہیں ہوا، البتہ عالمگیریہ کی روایت جس کے متعلق گذر چکا ہے کہ ہمیں نہیں ملی، اس کی بنا پر خلاف اولیٰ کا حکم ضرور کیا جاوے گا، **لترک السنة.**

کتبہ عبدالکریم ۔۲۳؍رجب ۱۳۵۳ھ ۔(امدادالاحکام:۲/۲۰۲۔۲۰۴)

پہلی رکعت میں ''إِذَا جَاءَ'' اور دوسری رکعت میں ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ'' تو کوئی نقصان ہوا یا نہیں:

سوال: امام نے پہلی رکعت میں ''إِذَا جَـاءَ'' اور دوسری رکعت میں ''قُـلْ هُـوَ الـلّٰـهُ'' تو نماز میں کچھ نقصان ہوا، یا نہیں؟

الجواب

فرضوں میں قصداً اس طرح پڑھنا کہ ایک چھوٹی سورت کا فاصلہ کیا جاوے، جیسا کہ صورت مسئولہ میں ہے، مکروہ ہے اور نماز ہوجاتی ہے اور اگر سہواً ہوگیا تو کچھ کراہت نہیں ہے اور نوافل میں کچھ کراہت نہیں ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۳۹۔۲۴۰) ☆

(۱) ویکره الفصل بسورة قصيرة الخ ولايكره في النفل شئ من ذالک.(الدر المختار)
أفادأن التنكيس أو الفصل بالقصيرة إنما يكره إذا كان عن قصد فلو سهوًا فلا ،كما في شرح المنية.(رد المحتار، فصل في القراءة:۱/۱۰۵، ظفير)(باب صفة الصلاة،مطلب:الاستماع للقرآن فرض كفاية،انيس)

☆ **پہلی رکعت میں ''إِذَا جَاءَ'' اور دوسری میں ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ'' کیا حکم ہے:**

سوال: امام نے پہلی رکعت میں سورۂ ''إِذَا جَاءَ'' پڑھی اور دوسری رکعت میں ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ''. نماز کو پھر پڑھنا چاہئے یا کیا؟

الجواب

فرائض میں قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے اور سہواً اگر ایسا ہوگیا تو کچھ کراہت نہیں ہے، اعادہ نماز کا لازم نہیں ہے۔(ويكره الفصل بسورة قصيرة.(الدر المختار)أفاد أن التنكيس أو الفصل بالقصيرة إنما يكره إذاكان عن قصد فلو سهوًا فلا كما في شرح المنية.(رد المحتار، فصل في القراءة:۱/۱۰۵،ظفير)(باب صفة الصلاة،مطلب:الاستماع للقرآن فرض كفاية،انيس)
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۶۳۔۲۶۴)

فرائض ونوافل میں ایک سورۃ درمیان میں چھوڑ کر قراءت درست ہے یا نہیں:

سوال: فرائض یا نوافل میں ایک سورۃ درمیان میں چھوڑ کر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

فرائض میں ایک چھوٹی سورت کا فصل کرنا مکروہ ہے اور نوافل میں درست ہے۔(كذا في الدر المختار)(ويكره الفصل بسورة قصيرة وأن يقرأ منكوساً الخ ولايكره في النفل شئ من ذلک.(الدر المختار على هامش رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة:۱/۱۰۵ ، ظفير)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۶۳)

==

== نماز میں دوسورتیں اس طور پر پڑھنا کہ درمیان میں ایک سورت رہ جائے:

سوال: نماز میں دوسورتیں اس طور پڑھنا کہ درمیان میں ایک سورت چھوٹ جائے، مثلاً اول میں سورۂ فتح یعنی: ''اِذَا جَاءَ'' دوسری میں سورۂ اخلاص پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

اگر درمیان میں بڑی سورت چھوٹ جاوے، جس میں دو رکعت ہوسکیں جائز ہے، چھوٹی ناجائز۔(۱) واللہ اعلم

۶ ررمضان ۱۳۱۹ھ۔ (امداد: ۱/۹۶) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۲۲۶-۲۲۸)

(۱) یہ میں نے یاد سے لکھا تھا، مگر پھر کوئی روایت مساعد نہیں ملی، تتبع سے معلوم ہوا کہ مطلب اس کا کہ بڑی سورت کا بیچ میں چھوڑنا جائز ہے یہ ہے کہ وہ سورت پہلے سے بڑی ہو کہ اس کے پڑھنے سے دوسری رکعت پہلی رکعت سے طویل ہوجاوے جیسا اذا جاء کے بعد سورۂ تبت پڑھنے میں یہی امر لازم آتا ہے۔ کذا فی رد المحتار، فصل القراءة. منه

اضافہ از سعید احمد پالنپوری: فقہاء کرام کی عبارتوں سے تو متبادر وہی ہوتا ہے جو حضرت قدس سرہ نے اپنے سابق جواب میں تحریر فرمایا ہے یعنی بڑی سورۃ وہ ہے جس میں دو رکعت ہوسکیں اور چھوٹی وہ ہے جس میں دو رکعت نہ پڑھی جاسکیں؛ لیکن صحیح وہ ہے جو حضرت قدس سرہ نے حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے، حضرتؒ کا اس سلسلہ میں ایک مدلل جواب نمبر: ۲۲۹ پر بھی آرہا ہے، چونکہ اس مسئلہ میں عام طور پر غلط فہمی پائی جاتی ہے، اس لئے قدرے تفصیل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

دو سورتوں کے درمیان ایک سورت چھوڑنے کی کراہت کی وجہ ہجر و تفضیل کے شبہ سے بچنا ہے۔

ويكره فصله بسورة بين سورتين قرأهما في ركعتين لما فيه من شبهة التفضيل والهجر، اه. (مراقي الفلاح: ١٩٤)

پس اولیٰ یہ ہے کہ پہلی رکعت میں جو سورۃ پڑھی ہے اسی سے متصل بعد والی سورۃ دوسری رکعت مین پڑھی جائے اگر ایک سورت چھوڑ کر پڑھے گا تو اسکا ہجر (چھوڑنا) اور بعد والی کی تفضیل (ترجیح بلا مرجح) لازم آئے گی۔

إذا قرأ في كل ركعة الحمد والسورة فانه يقرأ سورة أخرى في الركعة الثانية متصلة بالسورة الأولى، وإن أراد أن تفصل بينهما ينبغي أن لا يفصل بسورة أوبسورتين، وإنما يفصل بسور هكذاروى في الحديث. (الحموى على الأشباه ١/١١٢)

لیکن دو سورتوں کا چھوڑنا احادیث سے ثابت ہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی رات میں مغرب کی نماز میں سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص تلاوت فرماتے تھے۔

ولو ترك سورتين فالصحيح أنه لايكره أيضًا لماروى جابر بن سمرة: كان النبى صلى الله عليه وسلم يقرء فى المغرب ليلة الجمعة قل يأيها الكافرون وقل هو الله أحد. رواه أبو داؤد وابن ماجة، آه. (الكبيرى: ٤٤٢)

لہٰذا دو سورتوں کا فصل جائز ہوا اور ان مین ہجر و تفضیل کا شبہ نہ رہا کراہت صرف ایک سورت کے چھوڑنے میں ہوگی خواہ وہ سورت چھوٹی ہو یا بڑی۔ لیکن اگر بعد والی سورت اتنی بڑی ہو کہ اسے دوسری رکعت میں پڑھنے سے اس کا پہلی رکعت سے طویل ہونا لازم آتا ہو تو اس عارض کی وجہ سے ایسی طویل سورت کا چھوڑنا جائز ہوگا کیونکہ ہر رکعت میں کامل سورت پڑھنا افضل ہے اور دوسری رکعت کو طویل کرنا مکروہ ہے اور جہاں یہ عارض نہ ہو وہاں پہلی سورت سے متصل جو سورت ہے اسی کو پڑھنا اولیٰ ہے اور اس کو چھوڑ کر (خواہ وہ بڑی ہو جس میں دو رکعت ہوسکیں یا چھوٹی ہو) بعد والی سورت پڑھنا مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے اور یہ کراہت فرائض میں ہے نوافل میں ایک سورت چھوڑنا جائز ہے۔ ==

ایک رکعت میں سورہ بقرہ پھر دوسری رکعت میں سورۃ النساء پڑھی تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص نے ایک رکعت میں سورۂ بقرہ اور دوسری رکعت میں سورہ نساء پڑھی، تو نماز مکروہ ہوئی، یا کیسی ہوئی؟ اور ایک سورہ درمیان [سے] چھوڑ کر پڑھنا چھوٹی سورتوں میں مکروہ ہے، یا بڑی سورتوں میں بھی یہی حکم ہے۔

الجواب

یہ صورت مکروہ تنزیہی ہے، چھوٹی بڑی سورت سب کا ایک حکم ہے۔(۱)

(بدست خاص، ص:۱۸) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۷۰)

دو رکعت میں ایک سورت کے پڑھنے میں چند آیتوں سے فصل کرنے کا حکم:

سوال: امام نے صبح کی نماز میں سورۂ دہر پڑھی اول رکعت میں ھل أتٰی سے مشکورًا تک؛ یعنی ایک رکوع پڑھا، دوسری رکعت إن ھٰؤلاء سے ختم سورہ تک پڑھا، درمیان میں چھوٹی چھوٹی تین آیات چھوڑ دیں، مقتدیوں میں کسی شخص نے ایک سلام پھیرنے کے بعد تکبیر سجدہ سہو کے واسطے کہی، امام نے سجدہ سہو نہ کیا اور کہا کہ نماز ہوگئی، تکبیر کہنے والے نے کہا کہ ہو تو گئی، مگر کراہت رہی؛ کیوں کہ درمیان میں دو سورت چھوٹی یا بقدر انہیں سورتوں کے عبارت چھوڑنی چاہیے، جس میں دو رکعت پڑھی جا سکیں، امام کہتا ہے کہ دو سورتوں کا چھوڑنا کوئی ضروری بات نہیں، اگر ہے تو

== ویکره الفصل بسورة قصيرة، آه. (الدر المختار) أما بسورة طويلة بحيث يلزم منه إطالة الركعة الثانية إطالة كثيرة فلا يكره شرح المنية كما إذا كانت سورتان قصيرتان، آه. (ردالمحتار: ۱/ ٤٠٤) (باب صفة الصلاة، فصل في القراءة، مطلب: الاستماع للقرآن فرض كفاية، انيس)

ولو قرأ في كل ركعة سورة وترك بين سورتين سورة يكره لما قلنا (اى لانه يوهم الاعراض و الترجيح بلا مرجح) إلا أن تكون تلك السورة اطول من التي قرأها في الركعة الأولىٰ بحيث يلزم منه إطالة الركعة الثانية إطالة كثيرة فحينئذٍ لايكره، آه. (الكبيرى: ٤٦٣)

☆ **ایک سورت بیچ میں چھوڑ کر پڑھے یا بے موقع وقف کرے تو کیا حکم ہے:**

سوال: اگر کوئی نماز میں ایک سورت پڑھ کر ایک چھوڑ کر تیسری سورت پڑھ لے اور قراءت میں بے موقع وقف کر دے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

ويكره الفصل بسورة قصيرة، الخ ... ولايكره في النفل شئ. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة: ۱/ ٥١٠، ظفير)

حاصل یہ ہے کہ چھوٹی سورت کا فاصلہ کرنا مکروہ ہے، مگر نوافل میں مکروہ نہیں ہے، اگر درمیان آیت سانس ٹوٹ جاوے اس وجہ سے وقف کیا تو اعادہ اس آیت کا کرنا چاہیے، باقی تفصیلی حکم کسی قاری صاحب سے دریافت کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲/ ۲۶۴)

(۱) اکثر علماء کی رائے ہے کہ چھوٹی سورت کے فصل کی صورت میں مکروہ تنزیہی ہے، بڑی سورت میں نہیں۔ انیس

چھوٹی ہی سورتوں میں ہے، بڑی سورت میں جتنا جی چاہے چھوڑ کر پڑھے، حتی کہ اگر ایک چھوٹی سی آیت بھی درمیان قرأت دو رکعت کے چھوڑ دے، تب بھی بلا کراہت نماز ہوجائے گی، تکبیر کہنے والے نے کہا کہ میری نماز نہ ہوئی، ایک تو اسی وجہ سے جو اوپر مذکور ہوئی، دوسرے اس وجہ سے کہ امام صاحب کے ٹخنے ازار سے ڈھکے ہوئے تھے اور قبل نماز کے بھی کہا گیا تھا کہ ازار اوپر کو کیجئے خیر اوپر کو کی بھی تو نہ ہوئی، یعنی ٹخنے نہ کھلے انہی وجوہات کو مدنظر رکھ کر دوبارہ نماز پڑھی گئی اور تکرار جماعت میں امام صاحب بھی شریک ہوئے، آیا صورت مذکورہ بالا میں نماز بلا کراہت ہوئی یا بکراہت، اگر باکراہت ہوئی تو یہ کراہت تحریمی ہے، یا تنزیہی اور درمیان قرأت دو رکعت کے عبارت کس قدر چھوڑنی چاہیے، جس میں کسی قسم کی کراہت نہ رہے؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب

فی الدرالمختار: ولابأس... أن یقرأ فی الأولیٰ من محل وفی الثانیة من آخر ولو من سورة إن کان بینهما آیتان فأکثر. (الدرالمختار)

وفی ردالمحتار (تحت قوله: ولو من سورة): لکن الأولی أن لا یفعل بلا ضرورة، لأنه یوهم الإعراض والترجیح بلا مرجح، شرح المنیة. (۵۷۰/۱)(۱)

روایت ہذا سے ثابت ہوا کہ درمیان میں تین آیتیں چھوڑ دینے سے کراہت نہیں ہوئی البتہ خلاف اولیٰ ہوا؛ لیکن یہ کہنا کہ اگر ایک چھوٹی سی آیت بھی درمیان قرأت دو رکعت کے چھوڑ دی، تب بھی بلا کراہت نماز ہوجاوے گی، یہ غلط ہے، **لما مر فی الروایة من قوله إن کان بینهما اٰیتان فأکثر فقط واللّٰہ أعلم**

۱۵/ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ۔ (تتمہ اولیٰ صفحہ: ۱۵) (امدادالفتاویٰ جدید: ۲۲۸/۱-۲۲۹)

بے جگہ وقف کرے یا جزء سورہ نماز میں کوئی پڑھے تو نماز ہوجائے گی:

سوال (۱) زید ایک قاری، وقف اضطراری بہت کثرت سے کرتا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ نہایت ترتیل سے پڑھتا ہے، عشا اور فجر میں اکثر جزء سورت پڑھتا ہے، مصلیوں میں اور لوگ بھی قرآن صحیح بلا وقوف اضطراری پڑھ سکتے ہیں۔ مصلیوں میں سے بعض ایسے پڑھنے کو طبعاً بہت مکروہ سمجھتے ہیں، بڑی آیت میں کئی جگہ اور چھوٹی میں ایک جگہ کبھی دو جگہ وقف کیا جاتا ہے۔ مثلاً: "اَطْعَمَهُمْ" اضطراری، "اَلَّذِیْ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّ آمَنَهُمْ" اضطراری "مِنْ خَوْفٍ" اور مثلاً: "اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا"، اضطراری "وَمَا اَدْرَاکَ مَالَیْلَةُ الْقَدْرِ" اس طرح وقف کرنا جائز ہے یا مکروہ؟

(۲) اور جزو سورہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

(۱) ردالمحتار، فصل فی القراءة، فروع فی القراءة خارج الصلاة: ۵٤٦/۱، دارالفکر بیروت. انیس

(۳) بعض مصلیان کا مکروہ سمجھنا ترک امامت کیلئے دلیل ہے یا نہیں؟

(۴) جب قاری مذکور تدویر سے بلا وقف اضطراری پڑھ سکتا ہے تو ایسے پڑھنے سے اس کو منع کیا جائے گا یا نہیں؟

الجواب

(۱) اس طرح وقوف اضطراری میں دوبارہ آیت کا اعادہ کر لینے سے کچھ کراہت نہیں رہتی اور مقتدیوں کو بھی اس سے کراہت کرنا نہ چاہئے؛ لیکن جبکہ دوسرا شخص صحیح پڑھنے والا قرآن شریف کا موجود ہے، جو کہ اس قدر کثرت سے وقف اضطراری نہیں کرتا تو اس کا امام ہونا اچھا ہے؛ کیوں کہ مقتدیوں کی رعایت بہتر ہے۔(۱)

(۲) جزو سورہ ہمیشہ پڑھنا خلاف سنت ہے اور غیر اولیٰ ہے، بہتر یہ ہے کہ نماز میں پوری سورہ پڑھی جاوے۔ شامی میں ہے:

صرحوا بأن الأفضل فی کل رکعة الفاتحة وسورة تامة،الخ .(۲)

(۳) مصلیان کا کسی امام کی امامت کو مکروہ سمجھنا اگر بوجہ امام کی خرابی کے ہو تو اس امام کو امامت کرانا مکروہ ہے اور اگر امام میں کچھ خرابی نہیں تو مقتدیان کا مکروہ سمجھنا بُرا ہے۔(کذا فی الدر المختار)(۳)

(۴) بے شک اگر تدویر سے بدونِ اوقاف اضطراری کے پڑھ سکتا ہے ویسا ہی پڑھنا چاہئے۔فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۲۹-۲۳۰)

قرأت کی چند صورتوں کے متعلق سوال:

سوال: اگر فرض نماز میں اول رکعت میں سورۂ ہمزہ، دوئم میں سورہ فیل یا اول رکعت میں سورۂ ہمزہ، دوئم میں سورہ قریش، یا اول میں سورۂ ہمزہ دوئم میں سورۂ ماعون، یا اول میں سورۂ فیل دوئم میں ہمزہ، یا اول میں سورۂ قریش دوئم میں سورۂ فیل، یا اول میں ماعون دوم میں فیل پڑھے عمداً یا سہواً، تو نماز میں کسی قسم کی خرابی تو نہ ہوگی؟

(۱) وهو مافی الصحيحين :"إذا صلىٰ أحدكم للناس فليخفف فإن فيهم الضعيف والسقيم والكبير وإذا صلىٰ لنفسه فليطول ماشاء". (رد المحتار،باب الإمامة : ۵۱۷/۱،ظفير)(إذا صلىٰ الشافعی قبل الحنفی هل إلا فضل الصلاة مع الشافعی أم لا؟)/موطأ الإمام مالک برواية محمدبن الحسن الشيبانی،عن أبی هريرة رضی الله عنه، طول القراءة فی الصلاة (ح:۲۴۸)/الصحيح للبخاری،باب إذا صلی لنفسه فليطول ماشاء (ح: ۷۰۳)/الصحيح لمسلم،باب باب أمر الأئمة بتخفيف الصلاة (ح:۴۶۷)/السنن المأثورة للشافعی،باب ماجاء فی الصلاة علی الراحلة (ح: ۱۲۰)انيس)

(۲) رد المحتار، كتاب الصلاة،باب صفة الصلوٰة،فصل فی القراءة: ۵۰۵/۱،ظفير)(مطلب:السنة تكون سنة عين وسنة كفاية،انيس)

(۳) ولو أم قوماً وهم له كارهون ،إن الكراهة (لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره)له ذلک تحريماً إلخ (وإن هو أحق لا)،والكراهة عليهم.(الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار،باب الإمامة : ۵۲۲/۱،ظفير)

الجواب

اول صورت بلاکراہت درست ہے، دوسری مکروہ، تیسری جائز، چوتھی مکروہ، پانچویں مکروہ، ششم مکروہ ہے اور جس میں کراہت ہے عمداً اپڑھنے میں ہے اور فرض میں ہے، نفل میں ہر طرح جائز ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۱۸)

قرأت مکروہ:

سوال: کسی امام نے دورکعت میں فاتحہ کے بعد "قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ" سے دو چار آیتیں پڑھ کر بدستور نماز کو تمام کرلیا، یہ نماز مکروہ ہوئی یا نہیں۔

ردالمحتار قبیل باب الإمامة میں جولکھا ہے:

" قوله:وأن يقرأ فى الأولٰى من محل إلخ قال فى النهر:وينبغى أن يقرأ فى الركعتين اٰخرسورة واحدة لا اٰخرسورتين فإنه مكروه عند الأكثر آه" اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟

الجواب

اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی نہیں ہے؛ کیونکہ عبارت ردالمحتار میں مکروہ اس کو لکھا ہے کہ دورکعت میں دوسورتوں کا آخر پڑھے اور ایک سورت کے آخر کی آیتیں دونوں رکعت میں پڑھنا مکروہ نہیں ہے، یعنی مکروہ تحریمی نہیں ہے؛ لیکن غیر اولیٰ یعنی مکروہ تنزیہی ہے؛ کیوں کہ افضل واولیٰ وسنت یہ ہے کہ ہر ایک رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد پوری سورت پڑھے۔

كما فى الدرالمختار:بأن الأفضل فى كل ركعة الفاتحة وسورة تامة،إلخ.(۲)

اور ظاہر ہے کہ غیر اولیٰ کا مآل مکروہ تنزیہی ہوتا ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۲۱-۲۲۲)

ہر نماز کے بعد سورت متعین کرنے کی کراہت:

سوال: ہم چنانکہ تعیین سورۃ درفرائض مکروہ است آیا درنوافل ہم مکروہ است یانہ؟(۳)

الجواب

فى الهندية:ويكره أن يوقت شيئًا من القرآن بشيءٍ من الصلوٰت،إلخ.(۱/۴۹)(۴)

(۱) ويكره الفصل بسورة قصيرة و أن يقرء منكوساً إلخ ولايكره فى النفل شئ من ذالك. (الدرالمختار)

(قوله:ثم ذكريتم)أفاد أن التنكيس أو الفصل بالقصيرة إنما يكره إذاكان عن قصد فلوسهواً فلا،كما فى شرح المنية،رد المحتار،فصل فى القراءة:۱/۵۰۱،ظفير)(باب صفة الصلاة،مطلب:الاستماع للقرآن فرض كفاية،انيس)

(۲) ردالمحتار،فصل فى القراءة:۱/۵۰۵،ظفير(باب صفة الصلاة،مطلب:السنة تكون سنة عين وسنة كفاية، انيس)

(۳) ترجمۂ سوال: جس طرح فرائض میں سورۃ متعین کرلینا مکروہ ہے،نوافل میں بھی مکروہ ہے یا نہیں

(۴) الباب الرابع فى صفة الصلاة،الفصل الرابع فى القراءة:۱/۸۶،دارالفكر.انيس

==

از یں روایت معلوم شد کہ فرائض ونوافل دریں حکم برابرست۔(۱)

یکم محرم ۱۳۳۴ھ۔(امداد الفتاویٰ جدید: ۲۵۶/۱۔۲۵۷)

نماز میں آیتِ سجدہ کا چھوڑنا مکروہ ہے:

سوال: امام آیتِ سجدہ پر پہنچ کر آیت سجدہ چھوڑ کر رکوع کرے تو کیا حکم ہے؟

الجواب

درمختار میں ہے:

وكره ترك آية سجدة وقراءة باقي السورة،إلخ.(۲)

پس معلوم ہوا کہ آیت سجدہ کو بالقصد چھوڑ دینا مکروہ ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۵/۲) ☆

== ولأنه لاتوقيت في القراءة لشيء من الصلوات ففي دعاء القنوت أولٰى.(بدائع الصنائع،فصل في القنوت: ۲۷۳/۱،دارالكتب العلمية.انيس)

(ولا تتعين سورة لصلاة) بحيث لا يجوز غيرها(ويكره التعيين)يعني يكره أن يعين المصلي سورة لصلاة ويواظب عليها لما فيه من هجران الباقي،قال الطحاوي:هذا إذا اعتقد أن الصلاة لا تجوز بغيرها أما إذا لم يعتقد ذلك ولازمها أنها أيسر فلا يكره.(شرح المجمع لابن ملك،فصل في صفة الصلاة: ۱۲۲/۱،دارالكتب العلمية.انيس)

(۱) خلاصۂ جواب: فرائض ونوافل دونوں کا حکم یکساں ہے۔

(۲) الدرالمختار علٰى هامش رد المحتار،باب سجود التلاوة: ۷۲۹/۱،ظفير

(وكره أن يقرأ سورة)فيها سجدة (ويدع) أي يترك (آية السجدة) قال محمد في الجامع الصغير: لأن فيه هجر شيء من القرآن وذلك ليس من أعمال المسلمين ولأنه فرار من السجدة وذلك ليس من أخلاق المؤمنين.(النهر الفائق،باب سجود التلاوة: ۳۴۳/۱،دارالكتب العلمية بيروت)

ويكره أن يقرأ السورة في الصلاة أو غيرها ويدع آية السجدة، قال الحاكم الشهيد رحمه الله:إنما كره لمعان:أحدها:أن ترك الآية من بين السورة يقطع النظم وإعجاز القرآن فأشبه تحريف القرآن عن موضعه فيكون فيه رعايةً على تحريفه قابل ما في الباب أن يكره.والثاني:أن فيه ترك القراءة سنة فإن السنة أن يقرأ فيها السورة على نحوها،قال عليه السلام لبلال:إذا قرأت سورة فاقرأها على نحوها وخلاف السنة مكروه.والثالث:أن ترك الآيتين به من بين السورة يؤدي إلى إلغاء القرآن ومن ألغى القرآن فقد أجرم فيكره لقوله تعالٰى:وقال الذين كفروا لا تسمعوا لهذا القرآن والغوا فيه لعلكم تغلبون.(فصلت: ۲۶).والرابع:أن في تركها فراراً من السجدة فيكره لقوله تعالٰى: وإذا قيل لهم اسجدوا للرحمن قالوا وماالرحمن أنسجد لما تأمرنا وزادهم نفوراً.(الفرقان: ۶۰). والخامس: أن ترك السجدة من بين السورة يؤدي إلى هجرالقرآن فيكره لقوله تعالٰى:وقال الرسول يٰرب إن قومي اتخذوا هذا القرآن مهجوراً.(الفرقان: ۳۰).وقال النبي صلى الله عليه وسلم:ليس شيء من القرآن بمهجور، فلاينبغي أن يدع آية السجدة،الخ.(المحيط البرهاني،الفصل الحادي والعشرون في سجدة التلاوة: ۱۹/۲،دارالفكر.انيس)

☆ آیت سجدہ کا ترک:

سوال: سجدہ والی سورت میں دو ایک آیت چھوڑ دینا سجدہ کی وجہ سے کیسا ہے؟ ==

قرأت خفی کی حالت میں سانس لیتے ہوئے قرأت جاری رکھنا:

سوال: اثناء نماز قرأت خفی کی حالت میں سانس لیتے ہوئے قراءت کا جاری رکھنا؛ جب کہ کوئی فتور قرأت میں نہ پڑھے، جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر قرأت میں فتور نہ آئے تو جائز ہے، ورنہ مکروہ ہے۔(۱)

۲۶؍شعبان ۱۳۴۶ھ (امداد الاحکام:۲؍۱۹۳)

==

الجواب

سجدہ کی آیت کو پڑھنا اور سجدہ کرنا بہتر ہے اس کو نہ چھوڑے۔((و كره ترک آية سجدة وقراءة باقي السورة)؛ لأن فيه قطع نظم القرآن وتغيير تأليفه واتباع النظم والتأليف مأمور به بدائع. ومفاده أن الكراهة تحريمية(لا)يكره (عكسه)(الدر المختار على هامش رد المحتار،باب سجود التلاوة: ۷۲۹/۱، ظفیر) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲؍۲۴۴)

(۱) سانس لینے سے کوئی قباحت نہیں آتی ہے، خشوع وخضوع برقرار رکھتے ہوئے سانس لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے، کیوں نماز میں انسان اپنے رب کے سامنے اس طرح کھڑا ہوتا ہے کہ گویا وہ اپنے رب کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔انیس

عن ابن عمر قال: ... قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:اعبد الله كأنک تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراک.(الصحيح للبخاري،باب سوال جبريل النبي صلى الله عليه وسلم (ح: ۵۰)/الصحيح لمسلم،باب معرفة الإيمان والإسلام والقدر (ح:۸)/سنن أبي داؤد،باب في القدر (ح:۴۶۹۵)انیس)

قرأت:

یعنی نماز میں قرآن مجید پڑھنا۔اس کی تین قسمیں ہیں:

(۱) فرض　(۲) واجب　(۳) سنت

مسئلہ: ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا فرض ہے۔(مراقی) آیۃ الکرسی یا ایسی بڑی ایک آیت دو رکعتوں میں آدھا آدھا پڑھے تو جائز ہے۔(عالمگیری:۱؍۶۹)

مسئلہ: فرض نماز کی صرف دو رکعتوں میں اور وتر ونوافل (سنن وغیرہ سب نمازوں) کی سبھی رکعتوں میں قرأت فرض ہے۔(شامی:۱؍۳۰۰)

مسئلہ: اس طرح قراءت کرے کہ خود سنے اگر خود بھی نہ سنے تو قرأت نہ ہوگی۔(عالمگیری:۱؍۶۹)

مسئلہ: فرض کی دو رکعتوں میں اور وتر، سنت نفل کی سب رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

مسئلہ: فرض کی تیسری یا چوتھی یا دونوں رکعتوں میں سورہ ملادی تو نماز صحیح ہے سجدۂ سہو کی بھی ضرورت نہیں ہے۔(شامی)

مسئلہ: مقتدی قرأت نہ کرے، امام بلند آواز سے پڑھے تو وہ سنے اور آہستہ پڑھے تو وہ خاموش رہے۔مقتدی کا قرأت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔(مراقی:۱۲۳)

مسئلہ: نماز میں جتنا قرآن مجید پڑھنا فرض ہے، اس کو زبانی یاد کرنا بھی فرض ہے اور پورا قرآن مجید حفظ کرنا فرض کفایہ ہے۔(شامی:۱؍۳۶۱)

(طہارت اور نماز کے تفصیلی مسائل:۲۲۴-۲۲۵)(انیس)

غیر عربی میں قرأت کے مسائل

قرآن کا ترجمہ نماز میں پڑھنا کیسا ہے:

سوال: ایک زبردست عالم کا بیان ہے کہ اگر قرآن شریف کی کسی آیت کا ترجمہ اردو میں پڑھ لیا جاوے تو نماز ادا ہو جاتی ہے؛ کیوں کہ قرآن شریف کلام اللہ نہیں ہے، بلکہ اس کا ترجمہ ہے، جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے عربی زبان میں کیا اور قرآن شریف کے نزول کا یہ ذریعہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ڈال دیا، انہوں نے اپنی زبان مبارک سے ادا کیا، یہ بیان اس مولوی صاحب کا صحیح ہے یا غلط؟

الجواب

اس زبردست عالم کے حوالے سے جو مسئلہ آپ نے لکھا ہے، وہ بالکل غلط ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صاحب دین کے عالم نہیں ہیں، افسوس ہے کہ ایسے ایسے غلط مسئلے نام کے عالم بیان کر دیتے ہیں، الحمد یا کسی سورت کا ترجمہ نماز میں پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی؛ کیوں کہ قرآن شریف نام ہے، اس عربی کلام اللہ کا، جو ما بین الدفتین ہے؛ یعنی دو پٹھوں کے درمیان میں جو کلام اللہ ہے، یہی قرآن شریف ہے اور یہی کلام اللہ ہے، اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے۔(۱) پس اس مولوی کا یہ کہنا کہ یہ عربی قرآن شریف کلام اللہ نہیں ہے، بلکہ اس کا ترجمہ ہے، الخ، بالکل غلط ہے اور افتراء ہے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّا اَنۡزَلۡنَاهُ قُرۡاٰناً عَرَبِيّاً لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴾(۲)

(۱) کما صح لو شرع بغیر عربیة،إلخ (أو قرأ بها عاجزاً)فجائز إجماعاً قید القراء ة بالعجز لأن الأصح رجوعه إلیٰ قولهما وعلیه الفتویٰ،قلت:وجعل العینی الشروع کالقراء ة لاسلف له فیه ولا سند له یقویه.(الدر المختار)

وإنما المنقول أنه رجع إلیٰ قولهما فی إشتراط القراء ة بالعربیة إلا عند العجز إلخ لأن الإمام رجع إلیٰ قولهما فی إشتراط القراء ة بالعربیة لأن المامور به قراء ة القرآن،وهو إسم للمنزل باللفظ العربی المنظوم هذا النظم الخاص المکتوب فی المصاحف المنقول إلینا نقلاً متواتراً،إلخ،(رد المحتار،باب صفة الصلوٰة،فصل فی بیان تالیف الصلوٰة، مطلب:الفارسیة: ۱/ ۴۵۱،ظفیر)

(۲) سورة یوسف:۲،ظفیر

اسی طرح بہت جگہ قرآن کو عربی فرمایا ہے اور ایک جگہ یہ بھی ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْاٰناً اَعْجَمِياً لَّقَالُوْا لَوْلاَ فُصِّلَتْ اٰيَاتُهُ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ﴾(۱)

یعنی: اللہ فرماتا ہے کہ اگر ہم قرآن کو عربی زبان میں نہ اتارتے اور عجمی کردیتے یعنی سوائے عربی کے دوسری زبان میں اتارتے تو کفار یہ اعتراض کرتے کہ عربی پیغمبر پر عجمی قرآن اتارا گیا یہ عجیب بات ہے۔

اور فقہ کی کتابوں میں صاف یہ لکھا ہے کہ نماز میں قرآن شریف کا ترجمہ پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی، البتہ جو شخص نومسلم کوئی ایسی موٹی زبان کا ہے کہ اس سے عربی لفظ نہیں کہے جاتے، اس کو تاوقتیکہ وہ سیکھے اور قرآن پڑھ سکے، یہ درست ہے کہ ترجمہ ہی پڑھ لے؛(۲) کیوں کہ وہ معذور ہے، قرآن کے پڑھنے سے اور یہ کہنا اس کا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے دل میں ڈال دیا، آپ نے اپنی زبان سے عربی الفاظ میں بیان کردیا، یہ عقیدہ بھی بالکل اس کا اہل سنت کے خلاف ہے، یہ نیچریت اور مرزائیت کے معتقد معلوم ہوتے ہیں، اہل سنت، اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت جبرئیل کے ذریعہ سے قرآن شریف نازل ہوا ہے، خود قرآن شریف میں آیا ہے: نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ (۳) کہ اس قرآن کو روح امین یعنی جبرئیل علیہ السلام نے اللہ کے پاس سے اتارا ہے۔(۴)

الغرض ایسے بدعقیدہ والے کی بات نہ سننی اور نہ ماننی چاہئے ۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۲۶۴-۲۶۶)

---

(۱) سورۃ حٰم سجدۃ: ٤٤، ظفیر

(۲) (عن أبی حنیفة فی رجل افتتح الصلاة بالفارسیة أو قرأ فیها بالفارسیة أو ذبح أو سمّٰی بالفارسیة وهو یحسن العربیة أجزاه وقال أبویوسف ومحمد لا یجزیه) هذا تنصیص علی أن من قرأ القرآن بالفارسیة لا تفسد صلاته إتفاقاً وإنما الشأن فی جواز الصلاة معها، هما یقولان إنه مأمور بالنظم والمعنی جمیعاً فإذا ترک النظم یجب أن لا یجزیه وأبوحنیفة یقول: بأنه مأمور بهما لکن النظم غیر لازم فی حق جواز الصلاة وذکر أبوبکر الرازی أنه رجع إلی قولهما وعلیه الاعتماد. (وإن لم یحسن العربیة أجزاه). (الجامع الصغیر وشرحه النافع الکبیر، باب فی تکبیرة الافتتاح: ١/٩٤-٩٥، عالم الکتاب بیروت. انیس)

(۳) سورة الشعراء: ١٩٣، ظفیر

(۴) وإن القرآن کلام اللّٰه منه بدأ بلا کیفیة قولاً وأنزله علی رسوله وحیاً وصدقه المؤمنون علی ذلک حقاً وأیقنوا أنه کلام الله تعالٰی بالحقیقة لیس بمخلوق ککلام البریة فمن سمعه فزعم أنه کلام البشر فقد کفر وقد ذمه اللّٰه وعابه وأوعده بسقر حیث قال ﴿اِنْ هٰذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ﴾ (سورة المدثر: ٢٥) علمنا وأیقنا أنه قول خالق البشر ولا یشبه قول البشر. (العقیدة الطحاویة)

هذه قاعدة شریفة وأصل کبیر من أصول الدین ضل فیه طوائف کثیرة من الناس وهذا الذی حکاه الطحاوی رحمه اللّٰه وهو الحق الذی دلت علیه الأدلة من الکتاب والسنة لمن تدبرها وشهدت به الفطرة السلیمة التی لم تغیر بالشبهات والشکوک والآراء الباطلة. (شرح الطحاویة للأذرعی الحنفی، القرآن کلام اللّٰه: ١/١٦٨، دار السلام للنشر والتوزیع. انیس)

نماز میں ترجمۂ قرآن پڑھا جائے تو نماز ہوگی یا نہیں:

سوال (۱) اگر نماز کے اندر قرآن مجید کا ترجمہ دوسری زبان میں کیا جائے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

قرآن سے مقصود لفظ ہے یا معنیٰ:

(۲) قرآن مجید سے مقصود دراصل لفظ ہے یا معنیٰ؟

الجواب

قرأت قرآن میں مقصود اصلی دونوں ہیں، لفظ بھی اور معنی بھی اور قرآن نام ہے، اس کلام اور عبارت خاص کا؛ جو کہ مکتوب فی المصاحف ہے اور عربی زبان میں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرْاٰناً عَرَبِيّاً لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾(۱)

پس جو نظم عربی نہیں ہے وہ قرآن نہیں ہے اور نہ حکم تلاوت قرآن کا اس پر صادق آتا ہے اور نہ وہ ثواب حاصل ہوسکتا ہے، حدیث شریف میں ہے:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: من قرأ حرفاً من کتاب اللّٰہ فله به حسنة، والحسنة بعشر أمثالها، لا أقول: الٓمّ، حرف، ألف حرف، ولام حرف، ومیم حرف. (رواه الترمذی وغیره عن ابن مسعود رضی اللّٰہ عنه)(۲)

شامی میں ہے:

لأن الإمام رجع إلٰی قولهما فی إشتراط القراء ة بالعربیة ...لأن المأمور به قراء ة القرآن، وهو إسم للمنزل باللفظ العربی المنظوم هذا النظم الخاص، ألمکتوب فی المصاحف المنقول إلینا نقلاً متواترًا، إلخ. (۳)

اس کا حاصل یہ ہے کہ امام صاحب اور صاحبین اس میں متفق ہوگئے ہیں کہ نماز میں قرأت قرآن انہی کلمات عربیہ

(۱) سورة یوسف: ۲، ظفیر

(۲) مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن، الفصل الثانی : ۱۸۶، رقم الحدیث: ۲۱۳۷، ظفیر (سنن الترمذی، باب ماجاء فیمن قرأ حرفاً من القرآن (ح: ۲۹۱۰)/شعب الإیمان، باب فی إدمان تلاوة القرآن (ح: ۱۸۳۰) انیس)

(۳) رد المحتار، باب صفة الصلوٰة، مطلب: فی حکم القراء ة بالفارسیة: ۱/ ۴۵۲، ظفیر

أما الکتاب: فالقرآن المنزل علی رسول اللّٰہ المکتوب فی المصاحف المنقول عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم نقلاً متواتراً بلاشبهة. (أصول البزدوی علی صدر کشف الأسرار، أصول الشرع ثلاثة الکتاب والسنة والإجماع: ۱/ ۲۱-۲۲، دارالکتاب الإسلامی)

کے ساتھ ہونی چاہئے جو کہ حقیقۃً قرآن ہے اور مصاحف میں لکھا ہوا ہے۔(۱)

الحاصل نماز کے اندر ترجمہ قرآن شریف کا پڑھنے سے نماز نہ ہوگی؛ کیوں کہ نماز میں قرأت قرآن مجید فرض ہے اور قرآن نام منظّم عربی کا ہے، ترجمہ کو قرآن نہیں کہا جائے گا، مگر مجازاً۔

كما قال في رد المحتار: والأعجمي إنما يسمى قرآناً مجازًا ولذا يصح نفي إسم القرآن عنه، إلخ. (ردالمحتار)(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۲۳۱-۲۳۲)

قرأت بغیر حرکتِ لَب معتبر نہیں:

سوال: اگر کوئی شخص نماز بلا حرکتِ لِب جی میں پڑھے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب

قرأت وغیرہ ایسے معتبر نہیں ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۲۴۰)

☆☆☆

(۱) (ويروى رجوعه في أصل المسألة إلى قولهما وعليه الإعتماد)أى على القول بالرجوع الإعتماد ولتنزيله منزلة الإجماع فإن القرآن إسم للنظم والمعنى جميعاً بالإجماع.(البناية شرح الهداية،باب صفة الصلاة: ۲/۱۷۹، دار الكتب العلمية بيروت.انيس)

(۲) ردالمحتار ،باب صفة الصلاة،مطلب:الفارسية: ۱/۱۴۸،انيس

(۳) (و)أدنى (الجهر إسماع غيره) و (أدنى المخافتة إسماع نفسه،الخ) (ويجرى ذلک) المذكور (في كل مايتعلق بنطق،كتسمية على ذبيحة ووجوب سجدة تلاوة وعتاق وطلاق وإستثناء) وغيرها.(الدر المختار)

إعلم أنهم اختلفوا في حد وجود القراءة علىٰ ثلاثة أقوال:فشرط الهندواني والفضلي لوجودها خروج صوت يصل إلىٰ أذنه وبه قال الشافعي رحمه اللّٰه تعالىٰ وشرط بشر المريسي وأحمد خروج الصوت من الفم وإن لم يصل إلىٰ أذنه ، إلخ ، ولم يشترط الكرخي وأبوبكر البلخي السماع واكتفيا بتصحيح الحروف،إلخ.(رد المحتار، فصل في القراءة : ۱/ ۴۹۸-۴۹۹ ،ظفير)(باب صفة الصلاة،مطلب:في الكلام علىٰ الجهر والمخافة،انيس)

دوران قرأت آیتوں کا چھوڑنا

ایک آیت پڑھ رہا تھا چھوڑ کر دوسری جگہ سے پڑھنے لگا:

سوال: امام نے قرأت شروع کی اور اس کو سہو ہوا؛ حالانکہ بقدر ایک آیت کے پڑھ چکا تھا، اس نے اس موقعہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ سے پڑھا یہ کیسا ہوا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

یہ اچھا کیا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۰/۲)

مقدار واجب پڑھنے کے بعد بھول گیا اور امام نے رکوع کے بجائے نماز توڑ دی تو کیا حکم ہے:

سوال (۱) امام نے نماز شروع کی اور تین یا چار آیت پڑھ کر بھول گیا، تو اب اس کو رکوع کرنا تھا، اس نے نماز توڑ دی، پھر دوبارہ الحمد سے شروع کی تو کیسا ہے؟

دو آیت پڑھ کر بھول گیا، امام نے بیچ کی آیت چھوڑ کر آگے سے پڑھا:

(۲) امام نے نماز شروع کی، دو آیت پڑھ کر بھول گیا تو چوتھی یا پانچویں آیت سے شروع کی یا دوسری سورہ، تو نماز ہوگئی یا نہیں اور سجدہ سہو ہے یا نہیں؟

اگر دو آیت پڑھ کر بھول گیا تو دوسری سورت پڑھے یا نہیں:

(۳) امام دو آیت پڑھ کر تیسری نصف آیت سے بھول گیا تو چوتھی یا پانچویں آیت سے، یا دوسری سورہ شروع کر دی تو نماز ہوگی یا نہیں اور سجدہ سہو ہے یا نہیں؟

(۱) یکره أن یفتح من ساعته کمایکره للإمام أن یلجئه إلیه،بل ینتقل إلیٰ آیة أخریٰ لایلزم من وصلها مایفسد الصلاة أوإلی سورة أخریٰ أویرکع إذا قرأ قدرالفرض،إلخ ، وفی روایة: قدرالمستحب (رد المحتار،باب مایفسد الصلوٰة: ۵۸۲/۱، ظفیر)(مطلب:المواضع التی لا یجب فیها ردالسلام)

ینبغی للمقتدی أن لایعجل بالفتح لأنه ربما یتذکر الإمام فیکون التلقین من غیرحاجة وللإمام أن لا یلجئهم إلیه بل یرکع إذا قرأ قدرالفرض وإلا انتقل إلی آیة أخریٰ.(تبیین الحقائق،باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها: ۱۵۷/۱، المطبعة الأمریة بولاق،انیس)

الجواب

(۱) نماز توڑنے کی ضرورت نہ تھی؛ لیکن جب دوبارہ اس نماز کو پڑھ لی تو ادا ہوگئی۔(۱)

(۲) نماز صحیح ہے اور سجدہ سہو لازم نہیں ہوا۔(۲)

(۳) اس صورت میں بھی نماز ہوگئی اور سجدہ سہو لازم نہیں ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/ ۲۳۲-۲۳۳)

نماز میں تین آیت سے کم پڑھ کر دوسری جگہ سے پڑھنے کا حکم:

سوال: اگر کسی نے ضم سورت کے لئے تلاوت شروع کی؛ لیکن ایک دو چھوٹی آیت کے بعد اگلی آیت یاد نہیں آئی اور اس نے دوسری سورت پڑھ کر نماز کی تکمیل کر لی تو کیا ایسی صورت میں اس کو سجدہ سہو کرنا ہوگا، یا بغیر سجدہ سہو کے نماز ہوجائے گی؟ (محمد عبدالقیوم، عیدی بازار)

الجواب

سورۂ فاتحہ کے بعد ایک ہی جگہ سے تین آیتیں، یا تین چھوٹی آیتوں کے برابر ایک بڑی آیت کا پڑھنا واجب ہے،(۴) یاد ہونے کے باوجود ایک ہی رکعت میں مختلف جگہوں سے قرأت کرنا مکروہ ہے۔

"لو انتقل فی الرکعة الواحدة من آیة إلٰی آیة یکره".(۵)

اگر اتنا نہ پڑھ سکا اور آگے کسی اور جگہ سے تلاوت شروع کر دی تو سجدہ سہو کرنا واجب ہے،(۶) اور اگر قرأت کے درمیان ہی پہلے پڑھی ہوئی آیات کا سلسلہ یاد آجائے تو جو آیت پڑھ رہا ہے، اس کو پوری کر کے پچھلی آیات کی طرف لوٹ آئے اور اسے مکمل کرے؛ تا کہ ترتیب کی رعایت ہو سکے:

" فإن سها ثم تذکر یعود مراعاةً لترتیب الآیات".(۷) (کتاب الفتاویٰ:۲/ ۲۰۲)

(۱) (وضم) أقصر (سورة) کالکوثر أو ما قام مقامها وهو ثلاث آیات قصار نحو "﴿ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ﴾" إلخ (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صفة الصلوٰة، مطلب واجبات الصلوٰة:۱/ ۴۲۷، ظفیر)

(۲) یکره أن یفتح من ساعته کما یکره للإمام أن یلجئه إلیه، بل ینتقل إلٰی آیة أخری لا یلزم من وصلها ما یفسد الصلاة. (رد المحتار، باب ما یفسد الصلوٰة وما یکره فیها:۱/ ۵۸۲) (مطلب: المواضع التی لا یجب فیها رد السلام)
(وینبغی للمقتدی أن لا یعجل بالفتح وللإمام أن لا یلجئهم إلیه) بأن یردد الآیة أو یقف ساکتاً (بر یرکع إذا جاء أوانه أو ینتقل إلی آیة أخری). (البنایة شرح الهدایة، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها:۱/ ۴۰۰. انیس)

(۳) ولو قرأ آیة تعدل أقصر سورة جاز، إلخ وقدرها من حیث الکلمات عشر، ومن حیث الحروف ثلاثون. (أیضاً، فصل فی القراءة:۱/ ۵۰۲، ظفیر) (باب صفة الصلاة، مطلب: تحقیق مهم فیما لو تذکر فی رکوعه أنه لم یقرأ، الخ، انیس)

(۴) تجب قراءة الفاتحة وضم السورة أو ما یقوم مقامها من ثلاث آیات قصار أو آیة طویلة فی الأولیین بعد الفاتحة، کذا فی النهر الفائق. (الفتاوی الهندیة:۱/ ۷۱. محشی) (الباب الرابع فی صفة الصلاة الخ، الفصل الثانی فی واجبات الصلاة، انیس)

(۵) رد المحتار:۲/ ۲۱۹. (باب صفة الصلاة، فصل فی القراءة، مطلب: الاستماع للقرآن فرض کفایة، انیس)

(۶) الفتاوی التاتارخانیة:۱/ ۵۸۰، محشی

(۷) رد المحتار:۲/ ۲۶۹، قبیل باب الإمامة. (باب صفة الصلاة، فصل فی القراءة، مطلب: الاستماع للقرآن فرض کفایة، انیس)

مختلف قرأتوں کے احکام ومسائل

نماز میں متواترہ قرأتیں:

سوال: فن قرأت میں اصول وفروع دوقسم ہے اور سات ائمہ اور چودہ روایت سے مروی ہے تو نماز کے اندر تمام کی قرأت جمع کرکے پڑھ سکتے ہیں یا فقط فرع کی؟ یعنی اختلاف فرش الحروف کا نماز کے اندر اجراء کرسکتے ہیں یانہیں، ایک کلمہ ایک راوی کا اور ایک کلمہ دیگر راوی کا نماز میں اجراء کرسکتے ہیں یانہیں؟

الجواب

نماز جملہ روایات متواترہ کے ساتھ صحیح ہے؛ لیکن روایات غریبہ غیر معروفہ کو پڑھنا نماز میں اچھا نہیں، اگرچہ وہ متواترہ ہوں؛ کیوں کہ عوام کو اس میں مضرت ہے۔

کما فی الدر المختار: ویجوز بالروایات السبع.

وفی الشامی: بل یجوز بالعشر أیضاً.

لکن الأولیٰ أن لایقرأ بالغریبة عند العوام صیانةً لدینهم، إلخ. (الدر المختار)

وفی الشامی: (قوله بالغریبة) أی بالروایات الغریبة والإمالات؛ لأن بعض السفهاء یقولون مالایعلمون فیقعون فی الإثم والشقاء، ولاینبغی للأئمة أن یحملوا العوام علی مافیه نقصان دینهم، ولایقرأ عندهم مثل قراءة أبی جعفر وابن عامر وعلی بن حمزة والکسائی صیانةً لدینهم. فلعلهم یستخفون أو یضحکون، وإن کان کل القراءات والروایات صحیحةً فصیحةً، ومشائخنا اختاروا قراءة أبی عمرو حفص عن عاصم، إلخ، من التاترخانیة عن فتاویٰ الحجة. (۱)

الحاصل جو قرأت اب عموماً مروج ہے اور قرآنوں میں مطبوع ہے، یعنی قرأت حفص کی عاصم سے اسی کو پڑھنا چاہیئے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۲۲۶-۲۲۷)

---

(۱) **رد المحتار، فصل فی القراءة: ۱/۵۰۰، ظفیر (باب صفة الصلاة، مطلب: السنة تکون سنة عین وسنة کفایة) والمشهور أنها ما عدا القراءات السبع لأبی عمرو ونافع وعاصم وحمزة والکسائی وابن کثیر وابن عامر وقال السبکی الصحیح أنها ما وراء القراءات العشر للمذکورین ویعقوب وأبی جعفر وخلف، الخ. (التقریر والتحبیر علی تحریر الکمال بن الهمام لابن أمیر الحاج، الباب الثانی من المقالة الثانیة فی أدلة الأحکام الشرعیة: ۲/۲۱۴، دارالکتب العلمیة بیروت. انیس)**

نماز میں دیگر روایات کے مطابق تلاوت کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین دریں مسئلہ کہ بیس روایات جو عشرہ قرأت سے موسوم ہیں، ان میں سے کسی ایک روایت کو خاص کر کے فرض نماز میں پڑھنا اور ادل بدل کر کبھی کسی اور کبھی کسی روایت میں فرض نماز کی جماعت کرانا جائز ہے یا نہیں، اگر ان روایات سے ناواقف لوگ مقتدی ہوں تو اور علما وطلبہ کی جماعت ہو تو جیسے مدارس عربیہ خیر المدارس وغیرہ تو کیا حکم ہے، ایسے جماعت کرائی جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قرآن مجید کی دس قراءات متواتر ہیں وقطعاً صحیح اور یقناً قرآن ہیں، ان کو قبول کرنا اور ان کو منزل من اللہ سمجھنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور ان کا نماز اور غیر نماز دونوں حالتوں میں پڑھنا بلاشبہ درست ہے، ان دس قرأتوں کے متواتر وصحیح اور مقبول ہونے پر تمام علما وفقہا جملہ مفسرین ومحدثین ونیز ائمہ اربعہ وغیرہم کا اجماع ہے، پس قرأت متواترہ جو بھی ہو، اس سے نماز میں فرض قرأت یقیناً ادا ہو جائے گا؛ البتہ قرأت شاذہ سے فرض قرأت ادا نہ ہوگا اور قرأت شاذہ سے نماز فاسد بھی نہیں ہوتی، چنانچہ ردالمحتار: ۱/۳۵۸ میں ہے:

"القرآن الذی تجوز به الصلاة بالاتفاق هو المضبوط فی مصاحف الأئمة التی بعث بها عثمان رضی اللّٰه عنه إلٰی الأمصار وهو الذی أجمع علیه الأئمة العشرة وهذا هو المتواتر جملة تفصیلاً فما فوق السبعة إلٰی العشرة غیر شاذ وإنما الشاذ ما وراء العشرة وهو الصحیح وتمام تحقیق ذلک فی فتاویٰ العلامة قاسم.(۱)

(۱) كما فی ردالمحتار: كتاب الصلاة، مطلب فی حكم القراءة بالشاذ ومطلب بیان المتواتر والشاذ: ۱/۳۵۸، مكتبة رشیدیة، قدیم كوئٹة)/ ردالمحتار: كتاب الصلاة، مطلب فی حكم القراءة بالشاذ، بیان المتواتر و الشاذ: ۲/۲۲۶-۲۲۷، طبع مكتبة رشیدیة جدید كوئٹة)

(القراءات السبع)المنسوبة إلی أئمة السبعة: نافع وابن كثیر وأبی عمرو وابن عامر وعاصم وحمزة والكسائی (متواترة)علیه الجمهور من المسلمین (وقیل)هذه القراءات(مشهورة)ولا یعبأ بهذالقائل ولایعتد به ثم المحققون من المسلمین علی أن الثلاث المنسوبة إلی الأئمة الثلاثة:یعقوب وأبی جعفر وخلف،أیضاً متواترة وحكمها حكم السبعة صرح به محی السنة البغوی فی معالم التنزیلبل نقل عن البغوی دعوی الإتفاق،الخ.(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت،مسئلة القراءات السبعة: ۲/۱۸،دارالكتب العلمیة بیروت.انیس)

(القراءات الشاذة)وهی ماعدا العشرة التی نقلها عن الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم من لایبلغ عددالتواتر وان اشتهر عنهم فی القرن الثانی وهو المراد هٰهنا وقد یطلق علی مانقل بأخبار واحد عن واحد (حجة ظنیة)عندنا واجبة العمل دون العلم،الخ.(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت،مسئلة القراءات الشاذة: ۲/۱۹،انیس)

مگر یہ بات یاد رہے کہ گو یہ سب روایتیں صحیح اور فصیح ہیں؛ لیکن صحیح یہ ہے کہ عجیب قرأتیں امالوں کے ساتھ اور جوغریب روایتوں سے ثابت ہوئی ہیں، عوام کے سامنے نہ پڑھے، جیسے امام ابوجعفر اور ابن عامر اور حمزہ، کسائی کی قرائتیں کہ ان کو سن کر عوام ہنستے ہیں اور قرآن مجید پر ہنسنا بے دینی ہے، اس لئے عوام کے سامنے ان کے دین کو بچانے کے لئے عجیب عجیب قرأتیں اور روایتیں نہ پڑھے۔(کذا فی عمدۃ الفقہ: ۲/ ۱۲۳)(۱)

اور چونکہ مدارس عربیہ میں اہل علم غالب و اکثر اور عوام الناس قلیل تو مغلوب ہوتے ہی ہیں، اس لئے مدارس میں ان قرأت کا پڑھنا نماز اور غیر نماز دونوں حالتوں میں بلا شبہ مناسب ہے اور چونکہ مدارس پر عوام کو اعتماد ہوتا ہے، اس لئے ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے سامنے ایسی روایات کے پڑھنے سے تبلیغ و اشاعت قرأت کا ثواب ملے گا؛ تاکہ وہ ان قرأت سے متعارف مانوس ہوں اور عوام الناس کو بھی چاہئے کہ اگر کسی کو قرأت کا علم نہ ہو اور وہ کسی معتبر ماہر قاری سے اپنی یاد کے خلاف کوئی اختلاف قرأت سنے تو ایسے شخص کے لئے بجائے تردید و تغلیط کے سکوت ہی مناسب ہے۔فقط

(فتاویٰ مفتی محمود: ۱/۹۲۰-۹۲۲) ☆

---

(۱) كـمـا فى الدر المختار: ويجوز بالروايات السبع لكن الأولىٰ أن لا يقرأ بالغريبة عند العوام صيانة لدينهم (قوله: بالغريبة) أى بالروايات الغريبة إلا ما لات؛ لأن بعض السفهاء ما لا يعلمون فيقعون فى الإثم والشقاء ولا ينبغى للأئمة أن يحملوا العوام علىٰ مافيه نقصان دينهم ولا يقرأ عند مثل قراء ة أبى جعفر وابن عامر وعلى بن حمزه والكسائى صيانة لدينهم فلعلهم يستخفون أو يضحكوا وإن كان كل القرآت صحيحة وفصحية مشائخنا اختاروا قراء ة أبى جعفر وحفص عن عاصم.(كتاب الصلاة، مطلب: السنة تكون سنة عين وسنة كفاية: ۲/ ۳۳۰، طبع مكتبة رشيدية، كوئٹہ)

وكـذا فـى التاتارخانية: فتاوىٰ الحجة: وقراء ة القرآن بالقراء ات السبع والروايات كلها جائزة، ولكنى أرىٰ الصواب أن لا يقرأ بالقراء ة العجيبة بالأمالات وبالروايات الغريبة لأن بعض الناس يتعجبون وبعضهم يتفكرون و بعضهم يخطئون، وبعض السفهاء يقولون ما لا يعلمون ولعلهم لا يرغبون فيقعون فى الإثم والشقاء، ولا ينبغى للإمام أن يحملوا العوام إلىٰ ما فيه نقصان دينهم ودنياهم وحرمان ثوابهم فى عقابهم، لا يقرأ علىٰ رأس العوام الجهال، وأهل القرىٰ والجبال مثل قراء ة أبى جعفر المدنى وابن عامر وعلى بن حمزة الكسائى صيانة لدينهم فلعلهم يستخفون أويضحكون وإن كان كل القراءات والروايات صحيحة فصيحة طيبة ومشايخنا اختاروا قراء ة أبى عمر عن عاصم.(كتاب الصلاة، فصل فى القراء ة: ۱/ ٤٥٥، طبع إرادة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشى)

☆ **نماز میں قرأت سبعہ کا حکم:**

سوال: سبعہ کی قرأت سے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

نماز تو ہو جائے گی؛ لیکن بہتر نہیں، بروایت حفص مشہور قراءت کرنی چاہیے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔(حبیب الفتاویٰ: ۳/ ۹۱)

منع از غلو در قرأت سبعہ بہ وقت احتمال فتنۂ عوام:

سوال: بعض مقامات میں سبعہ قرأت کا چرچا حد سے تجاوز کر چلا ہے، بعض حفاظ لڑکوں اور جاہلوں کو مختلف روایتیں یاد کرا کے پڑھاتے اور پڑھواتے ہیں اور اس کو صریحاً بغرض ریا پڑھتے پڑھاتے ہیں، تراویح میں بھی ایسا ہوتا ہے، جس سے سوائے نمود کے کوئی نفع نہیں، کیا اس طرح پڑھنے پڑھانے میں اس زمانۂ پر آشوب میں یہ خوف نہیں ہے کہ جہّال ومخالفین اسلام ان اختلافات کو سنکر مشوش ہوں گے اور خوف فتنہ نہیں ہے، چنانچہ بعض حفاظ نے تو یہ کہا ہے کہ ایک رکعت میں روایت حفص پڑھی، دوسری رکعت میں روایت قالون، کسی نے ٹوکا تو کہہ دیا کہ تم نہیں جانتے، ایسی صورتیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں، کیا یہ فعل قابل روکنے کے نہیں ہے، براہ نوازش اگر قابل ممانعت ہے تو اس کا جواب ذرا تفصیل سے الامداد میں طبع ہو جاوے تو بہتر ہے، میرا یہ خیال ہرگز نہیں کہ اس کی تعلیم بند ہو؛ بلکہ زور دیا جاوے کہ تجوید کا نام قرأت ہے اور عوام کو اسی کی ضرورت ہے، اگر کوئی لکھا پڑھا آدمی حرف بھی اس کا اچھا ہو تو اس کو سبع پڑھائی جاوے، سفہا اور تنگ خیال لوگوں کو فقط تجوید پڑھائی جاوے اور قرأت جاننے والوں کو چاہئے کہ ہر کس و ناکس کو سوائے روایت حفص اور تجوید کے کچھ نہ پڑھایا کریں؟

الجواب

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَلاَ تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾(سورة الأنعام:۱۰۸)

فی تفسیر بیان القرآن: اس سے قاعدہ شرعیہ ثابت ہوا کہ مباح (۱) جب حرام کا سبب بنجائے وہ حرام ہو جاتا ہے، الخ۔(۲)

وروى البخاري عن علي قال: حدثوا الناس بما يعرفون، أتحبون أن يكذب اللّٰه ورسوله". (۳)

فی حقیقة الطریقة: بعضے بیباک عوام کے سامنے بے تکلف دقائق بیان کر بیٹھتے ہیں، بعضے عوام ان کی تکذیب کرتے ہیں اور بعضے قواعد مشہورہ شرعیہ کے منکر ہو جاتے ہیں، سو ہر حال میں اللہ ورسول کی تکذیب کا تحقق ہوا، والثانی أشد من الأول، اس حدیث میں اس عادت کی ممانعت ہے۔

وروى مسلم عن ابن مسعود أنه قال: ماأنت بمحدث قومًا حديثًا لاتبلغه عقولهم، إلا كان لبعضهم فتنة. (۴)

(۱) بلکہ مستحب بھی۔ منہ

(۲) وهذا المبحث كله صالح لأن يلاحظ فيه.

من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يجعل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان على الإضلال. (شرح الطيبي الكاف عن حقائق السنن، باب الدعا في التشهد: ۱۰۵۱/۳، مكتبة نزار مصطفى الباز. انيس)

(۳) كتاب العلم، باب من خص بالعلم قومًا دون قوم، كراهة أن لا يفهموا: ۵۰/۱، رقم الحديث: ۱۲۷، بيت الأفكار، انيس

(۴) مقدمة مسلم، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع: ۲۲/۱، رقم الحديث: ۵، انيس

اس حدیث سے بھی وہی مضمون ثابت ہوتا ہے، جواس کے قبل کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔(ص:۸۲)

وفي رد المحتار تحت مسئلة كراهة تعيين السورة في صلوٰة من الدر المختار مانصه: حاصل معنٰى كلام هذين الشيخين بيان وجه الكراهة في المداومة، وهو: أنه إن رأى ذلك حتمًا يكره من حيث تغيير المشروع وإلا يكره من حيث إيهام الجاهل. (۱/۵٦۸)(۱)

آیت اور حدیث فقہ سب سے یہ قاعدہ ثابت ہوا کہ جس عمل سے عوام وجہلا میں مفسدہ وفتنہ اعتقادیہ یا عملیہ قالیہ یا حالیہ پیدا ہو، اس کا ترک خواص پر واجب ہے، باقی فتنہ کا حدوث یا عدم حدوث یہ مشاہدہ سے معلوم ہوسکتا ہے، سوال میں بعض حالات میں جو فتنہ سبعہ پر مرتب ہوتا ہوا مذکور ہے ہو، مشاہدہ ہے، پس فتویٰ شرعی ہوگا کہ خاص ان احوال میں سبعہ کا استعمال ممنوع ہوگا اور اگر اس کے ساتھ قاری کی نیت بھی اظہار علم ودعوائے کمال وریا وتصنع وتفاخر ہوتو یہ فتنہ اس کے لئے مزید برآں ہے، لہٰذا اس باب میں جو مشورہ سوال میں مذکور ہے، واجب الاتباع ہے۔

۱۴ر جنوری ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ۔(تتمہ خامسہ:۴۱)(امداد الفتاویٰ جدید:۱/۲۹۵-۲۹۷)

جواب شبہ بر عبارت رسالہ الامداد در بارضرورت سبعہ قرأت:

سوال: رسالہ الامداد ماہِ ربیع الثانی ۱۳۳٦ھ کے صفحہ:۱۷ کے مضمون کو جو آنحضور نے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے پیش کر کے ایک صاحب بہت معترض ہوئے کہ تو تم کہتے ہو کہ فن سبعہ قرأت کا سیکھنا فرض کفایہ ہے اور سب لوگوں کو کم وبیش ضرور سیکھنا چاہئے؛ تا کہ اس علم دین کے فقدان وانعدام کا گناہ سب پر نہ ہو، میں نے ان کو جواب دیئے؛ مگر ان کے نزدیک جواب اس درجہ کا نہیں ہے کہ قابل اطمینان سمجھا جاوے، احقر کو بھی اس مضمون کے دیکھنے سے ایک درجہ میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب یہ علم دین ہے، خاص کر قرآن پاک کا علم ہے، جب عوام کی تشویش کے خیال سے اس کو ترک کیا جاوے گا تو پھر یہ کیوں کر قائم ورائج ہوسکتا ہے، یہاں مجمع کثیر اہل علم کا ہے؛ مگر بوجہ ناواقفی ہی استعجاب تو درکنار اکثر استہزا وانکار ہی کیا جاتا ہے تو پھر کیوں کر اس کی بقا واجرا کا طریقہ اختیار کیا جائے، مثلاً: بعض مقام پر تشہد میں اشارہ سبابہ کو بہت برا سمجھتے ہیں تو ان کی اصلاح کی جاتی ہے اور اس کو مسنون ہی ظاہر کیا جاتا ہے، رہا اس جواب کے سوال میں جو خرابیاں ظاہر کی گئی ہیں، بے شک وہ ضرور واجب الاصلاح ہیں، نہ یہ کہ اس کی تعلیم وتعلم کا سلسلہ ہی محذور قرار دیا جائے، قریب قریب ان معترض کے اعتراضوں کا یہی ماحصل ہے، احقر اپنے کمال اطمینان قلبی کے لئے یہ عریضہ ارسال کر رہا ہے؟

---

(۱) باب صفة الصلاة، فصل في القراءة، مطلب: السنة تكون سنة عين وسنة كفاية، انيس

الجواب

سائل کے کلام میں صریح مشورہ ہے اور جواب میں اسکی تقریر بھی کی گئی ہے کہ اگر کوئی لکھا پڑھا آدمی حرف بھی اس کا اچھا ہو تو اس کو سبعہ پڑھائی جاوے سفہا اور تنگ خیال لوگوں کو فقط تجوید پڑھائی جاوے، الخ، اور یہی حال اکثر فروض کفایہ کا ہے، مثلا: تبحر فی العلوم الشرعیہ کہ فرض کفایہ ہے؛ لیکن اس کے ساتھ یہ حدیث بھی ہے کہ!

”واضع العلم فی غیر أهله کمقلد الخنازیر اللؤلو والجواهر“أو کما قال.(۱)

اور مشاہدہ بھی ہے کہ بعض لوگ جو بدطینت ہیں اور وہ تحصیل علوم کر کے مقتدا بن گئے، ان سے کیا کیا مفاسد پیدا ہوگئے ہیں اور ان مفاسد کا انسداد بجز اس کے کیا ہے کہ نااہلوں کو اس رتبہ پر نہ پہنچایا جاوے، یا منصب قضا کہ احادیث(۲) میں اس پر کس قدر وعیدیں آئی ہیں، باوجودیکہ فرض کفایہ ہے۔

وفی حدیث أبی داؤد مرفوعًا: العرافة حق (أی واجب ولو علی الکفایة) ولکن العرفاء فی النار، (إذا کانوا غیر أهل لها)(۳)

---

(۱) سنن ابن ماجة، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم (ح: ۲۲٤)/جامع بیان العلم وفضله، باب آفة العلم وغائلته وإضاعته، وکراهية وضعه عند من لیس بأهله: ٤٥٢/۱، رقم الحدیث: ۷۱۰/الفردوس بمأثور الخطاب، باب الواو، رقم الحدیث: ۷۱۰۷، انیس

(۲) عن أنس بن مالک قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من سأل القضاء وکل إلی نفسه ومن جبر علیه نزل علیه ملک فسدده. (مصنف أبی شیبة، فی القجاء وماجاء فیه (ح: ۲۲۹۷۸)/مسند الإمام أحمد، مسند أنس بن مالک (ح: ۱۲۱۸٤)/سنن ابن ماجة، باب ذکر القضاة (ح: ۲۳۰۹)/سنن الترمذی، باب ماجاء عن رسول الله الله علیه وسلم (ح: ۱۳۲۳)

عن أبی هریرة فی حدیث طویل قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: إذا وسد الأمر إلی غیر أهله فانتظر الساعة. (الصحیح للبخاری، باب من علما وهو یشتغل فی حدیثه فأتم الحدیث ثم أجاب السائل (ح: ۵۹)

عن عبداللّٰه بن عمر بن العاص قال: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: إن الله لا یقبض العلم انتزاعاً ینتزعه من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی إذا لم یبق عالماً اتخذ الناس رؤوساً جهالاً فسئلوا فأفتوا بغیر علم فضلوا وأضلوا. (الصحیح للبخاری، باب کیف یقبض العلم (ح: ۱۰۰)/الصحیح لمسلم باب رفع العلم وقبضه وظهور الجهل (ح: ۲٦۷۳)

(اتخذ الناس رؤوساً) أی خلیفة وقاضیاً ومفتیاً وإماماً وشیخاً (جهالاً) جمع جاهل أی جهلة ما یناسب منصبه... (فسئلوا فأفتوا) أی أجابوا وحکموا، الخ. (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب العلم: ۲۹۰/۱، دار الفکر بیروت، انیس)

(۳) والحدیث رواه أبو داؤد، کتاب الخراج والإمارة والفیئ، باب فی العرافة: ۲۳۳/۳، رقم الحدیث: ۲۹۳۳، انیس

اور جولوگ اس فن کے آجکل مخالف ہیں وہ تونفس فن ہی کوفضول بتلاتے ہیں ہرایک کیلئے حتی کہ اہل فہم کے لئے بھی اور ہرشعبہ کوحتی کہ تجوید کوبھی فشتان بینھما ،غرض منکرین مدعی دو کلیے کے ہیں اوراس جواب میں التزام کیا گیا ہے دو جزئیہ کا اور ظاہر ہے کہ جزئیہ مستلزم کلیہ کونہیں ہوتا اور سبعہ کی فرضیت عامہ کا دعویٰ کیسے کیا جاسکتا ہے؟ جب کہ خود ایک قرأت سے بھی اتمام قرآن کا فرض عین نہیں اور یہ ظاہر ہے۔

شوال ۱۳۳۶ھ۔(تتمہ خامسہ :۶۷)(امدادالفتاویٰ جدید:۱/۳۱۰-۳۱۱)

جواب شبہ بر عبارت بیان القرآن

دربارۂ نقل کردن قرأت ابن مسعود ”وعلى الوارث ذى الرحم، الخ“ بلاسند:

سوال: بیان القرآن کے منہیہ میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت ”وعلى الوارث ذى الرحم“ بلاسند ذکر کیا ہے؟

الجواب

میں نے تفسیر مظہری سے لیا ہے، جس کو نقل کرکے مفسر لکھتے ہیں کہ! امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اصل قاعدہ پر عمل کیا کہ ابن مسعود کی قرأت سے کتاب کی تخصیص اور اس پر کچھ زیادتی جائز ہے۔(۱)

اور ہدایہ میں بھی اس قرأت کو نقل کیا ہے،(۲) پس اگر شبہ احقر کی کتاب پر ہے تو اس کا جواب اس قدر کافی ہے کہ اس کا مأخذ فلاں فلاں کتاب ہے اور اگر شبہ ان کتابوں پر ہے تو اس کی تصریح ہونا چاہئے؛ تاکہ دوسرا جواب دیا جائے۔

۹/جمادی الاخریٰ ۱۳۴۳ھ۔(ترجیح خامس:۱۴۹)(امدادالفتاویٰ جدید:۱/۲۹۷)

بعض قرأت پر نیکیاں کم ہونے کے شبہ کی تحقیق:

سوال: فلاں مولوی صاحب نے اپنی کتاب میں بھی لکھا ہے اور وعظ میں بھی فرمایا ہے کہ ابوعبداللہ محمد ابن شجاع ثلجی سے منقول ہے کہ فرماتے ہیں کہ میری عادت الحمد پڑھنے میں ”مالک یوم الدین“ والی قرأت پڑھنے کی تھی، ایک دن میں نے ایک بڑے عربی داں ادیب فاضل عالم سے سنا کہ وہ ”ملک یوم الدین“ بے الف والی قرأت پڑھتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ یہ بے الف والی قرأت نہایت فصیح بلیغ قرأت ہے، اس دن سے میں بھی ”ملک یوم الدین“ پڑھنے لگا، وہ قرأت جس میں ایک الف زیادہ تھا موقوف کردی، ایک رات خواب میں دیکھا کہ ہاتف غیب

(۱) التفسیر المظهری، من تفسیر سورة البقرة: ۱/۳۲۵، مکتبة الرشدية الباكستان

(۲) الهداية، فصل وعلى الرجل أن ينفق على أبويه وأجداده: ۲/۲۹۳، دار إحياء التراث العربي. انيس

مجھے پکارتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اے بندے تو نے ایک حرف قرآن شریف کا کیوں چھوڑا، دس نیکیاں تیری کم ہوگئیں، کیا تو نے فرمان عالی شان جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں سنا ہے کہ قرآن مجید پڑھنے والے کو ہر حرف کے بدلے دس دس نیکیاں ملتی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ وہ قرأت جس میں "**ملک یوم الدین**" ہے، نہیں پڑھنی چاہئے ; کیوں اپنی دس نیکیاں کم کرے، یہ کہاں تک صحیح ہے، اگر واقعی کم ہوں تو اس کو پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

دوسری گزارش یہ ہے کہ "**قل هو الله أحد**" کو "**اللّٰه الصمد**" سے اگر ملا کر پڑھے یا "**نستعين**" کو "**إهدنا الصراط**" سے ملا کر پڑھے؛ یعنی وصل کر کے پڑھے تو نیکیاں کم ہوں گی، بوجہ ہمزہ گرنے کے دونوں جگہ سے، یا نہیں؟

الجواب

قرأتیں ساتوں متواتر اور منقول عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، منقول کے اتباع میں کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتا،(۱) حدیث میں احرف قرآنیہ کے باب میں ہے: **كلها شاف كاف**.(۲)

رہا شبہ نقص ثواب بنقص بناء علی الحدیث سو نقص فی الکم سے نقص فی الکیف لازم نہیں آتا، کیا معلوم نہیں کہ ایک دونی باوجود دو اکنی سے ناقص فی العدد ہونے کے کیف وکمیت میں برابر ہیں، رہا خواب کا سوال تو وہ حجت نہیں، دوسرے ان کو یہ تنبیہ اس لئے کی گئی ہے کہ ایک قرأت کو مفضول سمجھ کر انہوں نے چھوڑا تھا، سو ایک اعتبار سے اس کا فاضل ہونا بتلا دیا، رہا وصل میں ہمزہ وصل کا کم ہو جانے کا سوال، تو اس کا وہی جواب ہے جو ابھی لکھا گیا، دوسرے ممکن ہے کہ وہ حکماً ملفوظ ہونے کے سبب مکتوب الا جر ہو۔ واللہ اعلم

اشرف علی۔ ۴؍شوال ۳۵ھ (تتمہ خامسہ، ص:۳۴)(امداد الفتاویٰ جدید:۱؍۳۱۴-۳۱۵)

☆ ☆ ☆

(۱) القراءات السبع التي اقتصر عليه الشاطبي والثلاثة التي هي قراءة أبي جعفر ويعقوب وخلف متواترة معلومة من الدين بالضرورة وكل حرف انفرد به واحد من العشرة معلوم من الدين بالضرورة أنه منزل على رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لا يكابر في شيء من ذلك إلا جاهل.(شرح طيبة النشر للنويري،التاسع في أن القراءات التي يقرأ بها:۱/۱٦٥،دارالكتب العلميةبيروت.انيس)

(۲) عن أبي بكرة عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال:أتاني جبريل وميكائيل فقال جبريل:اقرأ القرآن على حرف واحد فقال ميكائيل:استزده قال:اقرأه على سبعة أحرف كلها شاف كاف.(مسندالإمام أحمد،حديث أبي بكرة نفيع بن الحارث بن كلدة (ح:۲۰٤۲٥)انيس)

لقمہ اور قرأت میں الفاظ کا چھوڑنا

قدر واجب قرأت کے بعد لقمہ دینا:

سوال: جب امام تین آیت سے گذر جائے اور بعد میں بھولے تو چاہئے تو یہ کہ رکوع کردے اور مقتدی پیچھے سے نہ بتلائے، مگر امام آگے بھولا اور بڑھتا چلا گیا تو اگر مقتدی نے بتلایا تو یہ بتلانے والا کس فعل کا مرتکب ہوا؟ مکروہ تنزیہی یا تحریمی یا حرام کا یا کیا؟

الجواب

نماز میں لقمہ دینے والے اور لینے والے کی صحیح ہے؛ لیکن قدر واجب یا قدر مستحب قرأت پڑھنے کے بعد لقمہ دینا یا امام کا انتظار لقمہ کرنا اور مجبور کرنا مکروہ ہے اور یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ (کذا فی الدر المختار و الشامی)(۱)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۲۲۰-۲۲۱)

امام کو لقمہ دینا:

سوال: امام نے فرضوں میں تین آیت سے زیادہ پڑھ لی اور اس کو سہو واقع ہوا، مقتدی نے پیچھے سے لقمہ دیا، امام نے لقمہ لیا یا نہ لیا، مقتدی کی نماز میں نقصان ہوا یا نہ ہوا؟ جیسا کہ مشہور ہے۔

(۱) یکره أن یفتح من ساعته، کمایکره للإمام أن یلجئه إلیه، بل ینتقل إلیٰ آیة أخریٰ لایلزم من وصلها مایفسد الصلاة أوإلیٰ سورة أخریٰ، أویرکع إذا قرأ قدر الفرض، کما جزم به الزیلعی. (رد المحتار، باب مایفسد الصلاة وما یکره فیها: ۱/۵۸۲، ظفیر) (مطلب: المواضع التی لا تجب فیها ردالسلام/ وکذا فی تبیین الحقائق، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها: ۱/۱۵۷، بولاق، انیس)

عن علی رضی اللّٰه عنه قال: إذا استطعمک الإمام فأطعمه. (مصنف ابن أبی شیبة، من رخص فی الفتح علی الإمام (ح: ٤٧٩٤)

عن أبی بن کعب قال: صلی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فترک آیة وفی القوم أبی بن کعب فقال یارسول اللّٰه نسیت آیة کذا وکذا أو نسخت؟ قال: نسیتها. (الصحیح لابن خزیمة، باب تلقین الإمام إذا تعایا أو ترک شیئاً (ح: ١٦٤٧)/ وکذا فی السنن الکبریٰ للنسائی عن عبدالرحمن بن أبزی (ح: ٨١٨٣)/ مسند الإمام أحمد، حدیث عبدالرحمن بن أبزی عن أبی بن کعب (ح: ٢١١٤٠) انیس)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

اپنے امام کو لقمہ دینا مفسد نماز امام کا اور مقتدی کا، کسی کا نہیں، (۱) خواہ ضرورت لقمہ کی ہو یا نہ ہو، امام لقمہ لے یا نہ لیوے، خواہ کسی قدر ہی امام پڑھ چکا ہو، کسی حال، کسی وجہ سے فساد کسی کی نماز میں نہیں ہوتا، یہ ہی صحیح ہے اور جو مشہور ہے صحیح نہیں اور نماز مندرجہ سوال کی صورت میں ہوجاتی ہے؛ کیونکہ مراد اس" **لم یکن ذکرًا** " (۲) سے یہ ہے کہ وہ کلام ناس سے نہ ہو۔ فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ: ۲۸۹)

امام کو لقمہ دینے کے مسائل:

سوال: نماز جمعہ یا کسی اور فرض نماز میں امام اگر کوئی سورۃ کلام مجید غلط پڑھے یا پڑھتے پڑھتے بھول کر خاموش ہوجائے تو کیا مقتدی امام کو صحیح بتا سکتا ہے اور نماز میں مقتدی کے بتانے سے فرق تو نہیں آتا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

امام کو لقمہ دینے میں اور بتلانے میں جلدی کرنا مکروہ ہے، جیسے کہ امام کے لئے یہ مکروہ ہے کہ وہ مقتدی کو لقمہ دینے پر مجبور کرے؛ بلکہ بہتر یہ ہے کہ دوسری آیت کی طرف منتقل ہوجاوے، بہر حال لقمہ دینے سے نماز میں کچھ نقص نہیں آتا۔

درمختار میں ہے:

(بخلاف فتحه علٰی إمامه) فإنه لایفسد (مطلقاً) لفاتح و آخذ بکل حال،إلخ. قوله: (بکل حال) أی سواء قرأ الإمام قدر ما تجوز به الصلاة أم لاانتقل إلٰی آیة أخریٰ أم لا،تکرر الفتح أم لا، هو الأصح،نهر. (۳)(واللّٰه تعالیٰ أعلم) (امداد المفتین: ۳۰۸/۲)

قنوت کی تکبیر میں امام کو لقمہ دینے کا حکم:

سوال: تراویح پڑھنے کے بعد وتروں میں یہ واقعہ پیش آیا کہ امام تیسری رکعت میں بلا تکبیر کہے ہوئے اور رفع یدین کئے ہوئے دعائے قنوت پڑھنے لگا، کسی مقتدی نے اسے اللہ اکبر کہہ کر آگاہ کیا؛ چنانچہ اس نے اللہ اکبر کہہ کر اور رفع یدین کر کے پھر قنوت پڑھی اور نماز تمام کر کے سجدہ سہو کیا تو نماز میں کوئی خرابی تو نہیں رہی؟

(۱) (والفتح علی الإمام لا یفسدالصلاة)یعنی المقتدی،فأما غیر المقتدی إذا فتح علی المصلی تفسدبه صلاة المصلی وکذلک المصلی إذا فتح علی غیر المصلی.(مبسوط السرخسی،باب الحدث فی الصلاة: ۱۹۳/۱/۱، دارالمعرفة بیروت.انیس)

(۲) ردالمحتار،باب مایفسدالصلاة ومایکره فیها: ۶۱۵/۱،دارالفکربیروت.انیس

(۳) الدرالمختارمع ردالمحتار،کتاب الصلاة،باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها،مطلب:المواضع التی لاتجب فیها ردالسلام: ۳۸۱/۲،انیس)

الجواب

فی الدر المختار فی واجبات الصلاۃ: (و) قراء ۃ (قنوت الوتر) وھو مطلق الدعاء، وکذا تکبیر قنوتہ.

فی ردالمحتار: أی الوتر، قال فی البحر فی باب سجود السھو: ومما ألحق بہ أی بالقنوت تکبیرہ، وجزم الزیلعی بوجوب السجود بترکہ إلٰی قولہ وینبغی ترجیح عدم الوجوب، إلخ. (۴۸۸/۱)(۱)

پس روایت وجوب پر تو کوئی شبہ ہی نہیں کہ بتلانا ٹھیک ہوا اور دوسری روایت یعنی عدم وجوب پر یہ بتلانا زائد ہوا، مگر مفسد صلوٰۃ نہیں ہے اور نماز ہر حال میں صحیح ہوگئی، جیسے قراءت میں بلا حاجت بتلانے سے نماز صحیح ہوجاتی ہے، اگرچہ امام لقمہ لے لے اور چونکہ کوئی امر موجب سجدہ سہو کا نہیں پایا گیا، اس لئے سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا۔

۸/رمضان ۱۳۳۳ھ۔ (تتمہ ثالثہ: ۷۳) (امداد الفتاویٰ جدید: ۴۵۱/۱)

کسی بھی حال میں امام کو لقمہ دینا مفسد نماز نہیں:

سوال: امام و مقتدی در حین نماز بودند یکے از مقتدی در قیام رکعت سوم کہ امام برخاست سبحان اللہ گفت بخیال آنکہ ایں رکعت چہارم است چونکہ امام رایقین بود کہ ایں رکعت سوم است گوش نہ کرد قیام فرمودہ رکعت چہارم راختم کردہ نماز خود و مقتدیان را تمام کرد دریں صورت نماز آں مقتدی کہ سبحان اللہ گفت بلاشبہ تمام شد یا بسبب کلام لغو نماز آں فاسد شد صورت مسئلہ چیست در مذہب امام اعظم چیست و در مذہب حضرت امام شافعی چہ حکم دارد و در مذہب امام شافعی کدام کتاب کہ مثل ایں مسئلہ جزئیات در آں بسیار باشد اگر بحضرتم معلوم باشد ایماء فرمائید؟(۲)

الجواب

فی الدر المختار، مفسدات الصلوٰۃ: (بخلاف فتحہ علی إمامہ) فإنہ لایفسد (مطلقا) لفاتح وآخذ بکل حال. (۳)

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، واجبات الصلاۃ ۴۶۸/۱ (باب صفۃ الصلاۃ، مطلب لا ینبغی أن یعدل عن الدرایۃ إذا وافقتھا روایۃ) / وکذا فی البحر الرائق، الإمام إذا سھا عن التکبیرات حتی رکع: ۱۰۳/۲، دار الکتاب الإسلامی بیروت. انیس)

(۲) خلاصۂ سوال: امام تیسری رکعت کے سجدے سے چوتھی رکعت کے لئے کھڑا ہوا، ایک مقتدی نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ چار رکعتیں ہوگئی ہیں، سبحان اللہ کہہ کر امام کو بٹھانا چاہا، مگر چونکہ امام کو یقین تھا، اس لئے اس نے مقتدی کی بات کی طرف التفات نہ کیا اور چوتھی رکعت پڑھ کر نماز پوری کی، اس صورت میں اس مقتدی کی جس نے بلاضرورت لقمہ دیا، نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ امام اعظم کے نزدیک کیا حکم ہے اور مذہب شافعی کیا ہے؟ اور مذہب شافعی کی ایسی کتاب جس میں اس قسم کے کثیر جزئیات ہوں، اگر آپ کے علم میں ہو تو مطلع فرمائیں۔ سعید احمد

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار: ۶۲۲/۱، بیروت، انیس

چوں در صورت مسئولہ ایں سبحان اللہ گفتن بہ نیت فتح علی الامام است وخود از کلام ناس نیست، لہذا نماز امام ومقتدی ہر دو صحیح است و مذہب شافعی مرا معلوم نیست و نہ کتابے در مذہب شافعی مرا معلوم است۔(۱)

(تتمہ اولیٰ ص:۳۱۲)(امداد الفتاویٰ جدید:۱/۴۵۲)

قرآن دیکھ کر اپنے امام کو لقمہ دینا:

سوال: اگر کوئی غیر حافظ کسی امام کی سماعت قرآن دیکھ کر کرتا ہے اور اسی کو دیکھ کر لقمہ دیتا ہے تو ایسی صورت میں نماز صحیح ہوگی یا فاسد؟

الجواب

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی، کیوں کہ بحالتِ نماز قرآن سے مدد لی اور اگر امام نے اس لقمہ کو لے لیا تو اس کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی، علامہ زیلعی شرح کنز میں ''قول مصنف وقرأته من مصحف'' کے ذیل میں لکھتے ہیں: یعنی!

تفسد الصلاة عند أبي حنيفة، وقال أبو يوسف ومحمد: تكره ولا تفسد صلاته لماروى أن ذكوان مولىٰ عائشة أنه كان يؤمها في شهر رمضان وكان يقرأ من المصحف... إلاأنه يكره في الصلوة لما فيه من التشبه بفعل أهل الكتاب ولأبي حنيفة أن حمل المصحف ووضعه عند الركوع والسجود ورفعه عندالقيام وتقليب أوراقه والنظر إليه وفهمه عمل كثير ويقطع من راٰه أنه ليس في الصلوة،ولأنه يتلقن من المصحف فأشبه التلقن من غيره ... وأثر ذكوان محمول علىٰ إنه كان يقرأ قبل شروعه في الصلوة،إنتهىٰ. (۲)

اور البحر الرائق میں ہے: **وصحح المصنف في الكافي الثاني و قال: إنها تفسد بكل حال تبعًا لما صححه شمس الأئمة السرخسي،إنتهىٰ.** (۳)(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ اردو:۲۰۷)

(۱) ترجمۂ جواب: صورت مسئولہ میں سبحان اللہ کہنا چونکہ امام کو بتلانے کی نیت سے ہے اور خود کلام ناس سے نہیں ہے، لہذا امام اور مقتدی دونوں کی نماز صحیح ہوگئی اور مذہب شافعی مجھے معلوم نہیں اور نہ ان کے مذہب کی کتاب کا مجھے علم ہے۔سعید

مذہب شافعی میں لقمہ سے نماز فاسد ہوجاتی ہے:(ولو نطق بنظم القرآن)أو بذكر آخر كما شمله كلام أصله (بقصد التفهيم ك) قوله لمن استأذنه في أخذ شيء أدخول(يا يحي خذالكتاب)ادخلوها بسلام وكتنبيه إمامه أو غيره وكالفتح والتبليغ،الخ.(تحفة المحتاج شرح المنهاج،فصل في ذكر مبطلات الصلاة وسننها: ۱٤٤/۲،المكتبة التجارية الكبرىٰ مصر.انيس)

(۲) تبيين الحقائق،باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۴۳۱/۱،بولاق/ كذا في المبسوط للسرخسي، باب الحدث في الصلاة : ۲۰۲/۱،دارالمعرفة بيروت/ محمد عن يعقوب عن أبي حنيفة في إمام يصلي في رمضان وغيره ويقرأ من المصحف فصلاته فاسدة عن أبي حنيفة وعن أبي يوسف ومحمد رحمهما اللّٰه تعالىٰ لاتفسد صلاته ويكره.(المحيط البرهاني،الفصل الرابع في كيفيتهما: ۳۱۱/۱،انيس)

(۳) البحر الرائق،باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱۷/۲ /وكذا في ردالمحتار،باب مايفسدالصلاة ومايكره فيها: ٦٢٤/۱،دارالفكر بيروت.انيس)

ایسے شخص کی نماز جس کو ہر لفظ پر لقمہ دیا جائے:

سوال: رمضان میں دو چار آدمی ایسے بھی آتے ہیں کہ نماز پڑھنا نہیں جانتے ہیں اور ایک آدمی ایک ایک لفظ کر کے بتاتا ہے، اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوتی تو کیا کرنا چاہئے؛ کیونکہ اس طریقہ سے تو وہ نماز بھی پڑھتا ہے، مسجد میں آتا ہے، اگر نہ بتایا جاوے تو کبھی مسجد میں نہ آوے گا، اس مسئلہ میں معتکف ہو یا غیر معتکف برابر ہے یا نہیں؟

الجواب

ایسا شخص دو بار نماز پڑھے، ایک دفعہ تو اسی طرح، یہ تو نماز کی تعلیم ہوگئی اور دوسری بار بلا تعلیم اس طرح سے کہ نماز کے قبل اس کو بتلا دیا جاوے کہ چونکہ تم کو قرأت واذکار نماز کے یاد نہیں، تم ہر رکن مین تین تین بار سبحان اللہ کہتے رہو،(۱) یہ نماز اس کی اصلی ہوگی۔

۱۵/شعبان ۱۳۳۷ھ (تتمہ خامسہ صفحہ:۹۲) (امداد الفتاویٰ جدید:۱/۲۲۰، ۲۲۱)

سورۂ والعصر میں امام کے ”وعملوا الصالحات“ کو چھوڑنے کا حکم:

سوال: آج مغرب کی نماز میں پیش امام صاحب سے سورۂ عصر میں ”**وعملوا الصالحات**“ سہوا چھوٹ گیا تو ایسی حالت میں نماز ہوگئی یا نہیں اور سجدہ سہو بھی نہیں کیا، اگر کرتے تو کیا نماز ہوجاتی؟

الجواب

صورت مسئولہ میں قرأت فرض تو ادا ہوگئی، اس لئے فرض نماز بھی ادا ہوگئی؛ لیکن قرأت واجبہ کہ علاوہ سورۂ فاتحہ کے ایک آیت طویلہ یا تین آیات قصیرہ ہیں، ادا نہیں ہوئی؛(۲) کیونکہ آخری آیت کے بعض اجزاء رہ جانے سے آیت پوری

(۱) عن رفاعة بن رافع أن النبي صلى الله عليه وسلم كان جالساً في المسجد فدخل رجل فصلى ورسول الله صلى الله عليه وسلم ينظر إليه فقال له: إذا قمت إلى صلاتك فكبر ثم اقرأ إن كان معك قرآن فإن لم يكن معك قرآن فاحمد الله وكبره وهلل ثم اركع، الخ. (شرح معاني الآثار، باب مقدار الركوع والسجود الذي لا يجزئ أقل، الخ (ح:۱۳۹۳)

عن عبدالله بن أبي أوفى قال: جاء رجل النبي صلى الله عليه وسلم فقال: إني لا أستطيع أن آخذ من القرآن فعلمني ما يجزئني قال: قل سبحان الله والحمدلله ولا إله إلا الله والله أكبر ولا حول ولا قوة إلا بالله. (مسند الإمام أحمد، بقية حديث عبدالله بن أبي أوفى (ح: ۱۹۱۱۰)/سنن أبي داؤد، باب ما يجزئ الأمي والأعجمي من القراءة (ح:۸۳۲)/سنن النسائي، ما يجزئ من القراءة لمن لا يحسن القرآن (ح: ۹۲٤)/صحيح ابن حبان، ذكر الخبر المدحض قول من أمر لمن لم يحسن القرآن (ح: ۱۸۱۰)/والدارقطني، باب ما يجزئ من الدعاء عند العجز عن قراءة القرآن (ح: ۱۱۹٦)/ابن الجارود، باب صفة صلاة النبي صلى الله عليه وسلم (ح: ۱۸۹)/الآثار لأبي يوسف: ۱/۱۱، دار الكتب العلمية بيروت.) انيس)

(۲) اس فتوی کا مدار اس پر ہے کہ تین آیات قصیرہ پوری نہیں ہوئی؛ لیکن درمختار شامی وغیرہ کی تصریحات سے یہ ثابت ہے کہ! ==

نہیں ہوئی، لہٰذا واجب ترک ہوا، جس کا سجدہ سہو سے تدارک ہوجاتا، اب وہ نماز واجب الاعادہ ہوئی، وقت میں اعادہ کرنا بالکل مکمل صلوٰۃ ہوتا، اب بھی احوط یہ ہے کہ سب نمازی اس نماز کو الگ الگ دہرالیں۔ والسلام

۳۰/۶/۱۳۳۶ھ (تتمہ اولیٰ: ۱۰) (امدادالفتاویٰ جدید: ۲۴۸/۱-۲۴۹)

تقریباً ایک آیت بیچ میں سے چھوٹ گئی، جس سے معنی بدل گئے:

سوال: ایک شخص نے مغرب کی نماز میں رکعت اولیٰ میں "القارعة" پڑھی اور یہ آیت چھوڑ گیا: "**فهو في عيشة راضية وأما من خفت موازينه**". آیا نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب

اگر "**موازينه**" پر وقف تام کرنے کے بعد "**فأمه هاوية**" کہا ہے تو نماز ہوگئی اور اگر بلا وقف تام کہا ہے؛ جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو نماز فاسد ہوگئی۔

قال في شرح المنية الكبير: والقاعدة عند المتقدمين أن ما غير تغيرًا يكون اعتقاده كفرًا يفسد في جميع ذلك سواء كان في القرآن أولم يكن إلا ما كان من تبديل الجمل مفصولاً بوقف تام ثم قال بعد ذلك فالأولىٰ الأخذ فيه بقول المتقدمين، إلخ. (۱) (امدادالمفتین: ۳۰۳/۲)

== تین آیتیں پورا ہونا شرط نہیں، بلکہ چھوٹی سے چھوٹی تین آیتوں کی مقدار ہوجانا کافی ہے، جس کی مثال درمختار میں ﴿(ثم نظر) (ثم عبس وبسر) (ثم أدبر واستكبر)﴾ لکھی ہے اور اس کے بعد لکھا ہے **وكذا لك لو كانت الآية أو الآيتان تعدل ثلاثًا قصارًا ذكره الحلبي.** (الدر المختار مع الرد المختار، باب صفة الصلاة: ۴۵۸/۱، مطلب واجبات الصلوٰة). اور شامی نے مزید توضیح یہ فرمائی کہ ان تین آیتوں میں تیس حرف ہیں، اگر کسی نے ایک یا دو آیت ایسی پڑھ لیں، جس میں تیس حرف ہوں تو واجب ادا ہوگیا، اس لئے صورت مندرجہ سوال میں اعادہ واجب معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (بندہ محمد شفیع)

حضرت مفتی صاحبؒ کے قول کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس کو ابن خزیمہ وغیرہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نقل کیا، جس میں نماز مکمل ہونے کے بعد آیت کے چھوٹ جانے کا تذکرہ کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد دلانے کے بارے میں تو ارشاد فرمایا؛ لیکن اعادہ کا حکم نہیں دیا۔

عن أبي بن كعب قال: صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فترك آية وفي القوم أبي بن كعب، فقال يارسول الله نسيت آية كذا وكذا أو نسخت؟ قال: نسيتها. (الصحيح لابن خزيمة، باب تلقين الإمام إذا تعايا أو ترك شيئاً (ح: ۱۶۴۷)/ وكذا في السنن الكبرىٰ للنسائي عن عبدالرحمن بن أبزى (ح: ۸۱۸۳)/ مسند الإمام أحمد، حديث عبدالرحمن بن أبزى عن أبي بن كعب (ح: ۲۱۱۴۰) انيس)

(۱) **الكبيري: ۴۰۸، مطبوعة لاهور (فصل في بيان أحكام زلة القاري)/ وكذا في ردالمحتار، فروع مشي المصلي مستقبل القبلة هل تفسد: ۶۳۱/۱، انيس)**

نماز میں کوئی ایسا کلمہ چھوٹ جانا جس سے مطلب میں کوئی خرابی نہ پڑے:

سوال: عمرو نے نماز صبح کی پڑھائی، دوکلموں کو دو آیتوں میں از روئے سہو کے چھوڑ گیا، اول آیت: "وَكَذَّبُوا بِاٰيَاتِنَا كِذَّابًا" میں کلمہ "وَكَذَّبُوا"، آیت دوسری: "وَيَقُوْلُ الْكَافِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرَابًا" میں "الْكَافِرُ" چھوڑ گیا، اس صورت میں کوئی نقصان نماز میں صادر ہوا یا نہ ہوا؟ زید نے جو مقتدی تھا، نماز اپنی لوٹائی اور کہا نماز نہیں ہوئی۔

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

یہ دو کلمے اگر چہ چھوٹ گئے، مگر تاہم نماز درست ہوگئی ہے کہ معنی درست ہیں، اگر چہ دو کلمہ ترک ہوئے، فقط۔(۱)
زید نے نماز لوٹائی تو اس نے خطا کی؛ کیونکہ اس صورت میں نہ معنی خراب ہوئے اور نہ نماز فاسد ہوئی۔فقط

(تالیفات رشیدیہ:۲۸۸)

سورۂ نصر میں سہواً "فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ" چھوٹ جائے:

سوال: ایک شخص نے مغرب کی نماز میں (سورہ) "إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ" میں "فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ" کو سہواً چھوڑ دیا، باقی پوری سورہ پڑھ ڈالی، کیا اس کی نماز صحیح ہوگئی یا نہیں؟ امید ہے کہ جواب مرحمت فرمائیں گے۔(محمد یوسف)

الجواب ــــــــــــــــ

چونکہ "فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ" سے پہلے پہلے تک اتنے حروف آجاتے ہیں، جو قرآن کی بعض آیات کے لحاظ سے تین آیات کے مساوی ہیں، مثلاً:

(۱) ومنها حذف الحرف إن كان الحرف على سبيل الإيجاز والترخيم فإن وجد شرائطه نحو أن قرأ ونادوا يا مال لاتفسد صلاته وإن لم يكن على سبيل الإيجاز والترخيم فإن كان لا يغير المعنى لاتفسد صلاته نحو أن يقرأ ولقد جاء هم رسلنا بالبينات بترك التاء من جاء ت وإن غير المعنى تفسد صلاته عند عامة المشايخ نحو أن يقرأ فمالهم يؤمنون فى لا يؤمنون بترك اللاء ،هكذا فى المحيط وفى العتابية هو الأصح كذا فى التتارخانية ونحو أن يقرأ وهم ظالمون فرأيت فحذف الألف من أ فرأيت ووصل نون يظلمون بفاء أفرأيت وأن يقرأ وهم يحسبون أنهم يحسنون صنعاً فحذف الألف من أنهم ووصل النون لاتفسد الصلاة،هكذا فى الذخيرة فى فصل حذف ما هو مظهر وفى إظهار ما هو محذوف.(الفتاوى الهندية،الفصل الخامس فى زلة القارى: ۷۹/۱،دار الفكر بيروت)

والقاعدة عند المتقدمين:أم ماغير المعنى تغييراً يكون اعتقاده كفراً يفسد فى جميع ذلك سواء كان فى القرآن أو لا إلا ما كان من تبديل الجمل مفصولاً بوقف تام وإن لم يكن التغيير كذلك فإن لم يكن فى القرآن والمعنى بعيد متغير تغيراً فاحشاً يفسد أيضا كهذا الغبارمكان هذا الغراب.(ردالمحتار، فروع مشى المصلى مستقبل القبلة هل تفسد: ۶۳۱/۱،دار الفكر بيروت.انيس)

﴿فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ، ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ثُمَّ نَظَرَ، ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ، ثُمَّ اَدْبَرَ وَ اسْتَكْبَرَ﴾(۱)

اس لئے بقدر واجب قراءت ہوگئی اور جب واجب ادا ہوگیا، نیز اس لفظ کے ذکر نہ کرنے کی وجہ سے معنی میں کوئی تغیر فاحش (غیر معمولی تبدیلی) بھی پیدا نہ ہوئی تو نماز ہوگئی۔

"وعند تفاوت الآيات المعتبرة كثرة الكلمات وعدد الحروف، ذكره في الخانية والظهيرية علىٰ هامش الهداية". (۲) (کتاب الفتاویٰ: ۲/۲۰۱)

☆ ☆ ☆

---

(۱) سورة المدثر: ۱۹-۲۳.

(۲) الهداية: ۱/۷۸۸، ط: كراچى

قرأت میں غلطی کے احکام

نماز میں بعض قرآنی غلطیوں کا حکم:

سوال: عرض یہ ہے کہ ان مسائل کا جواب ارشاد فرمائیے:

(۱) ایک شخص نے "میثاقه الذی واثقکم" جو دوسرے رکوع، مائدہ میں ہے کی جگہ " میثاقه الذی واثقکم" تراویح میں پڑھا ہے، اب یہ نماز جائز ہے یا نہیں؟ واو کو عاطفہ سمجھ کر ہمزہ پر زبر پڑھا ہے۔

(۲) ایک کس نے "انعمتَ علَیهم" کی جگہ "انعمتُ علَیهم" زبر کی جگہ پیش پڑھا، پھر جب "الحمد" پوری ہوئی، اس کو یاد ہوا، پس بسبب یاد ہونے کے "انعمت" کی تاء پر زبر پڑھی، اب یہ نماز جائز ہے، یا نہ؟ مہربانی فرما کر جواب تحریر فرماویں۔

الجواب

پہلی غلطی مفسد معنی نہیں، بلکہ لفظ کو بے معنی کر دینے والی ہے، اس لئے نماز ہوگئی اور دوسری جگہ مفسد معنی ہے، مگر اس کا جب تدارک کر دیا گیا تو وہ کالعدم ہوگئی، (۱) اس لئے اس میں بھی نماز ہوگئی، یہ جواب قواعد سے لکھا ہے، جزئیہ نہیں دیکھا، بہتر ہے کہ کسی محقق سے بھی پوچھ لیا جاوے۔

۲ر ربیع الاول ۱۳۲۹ھ (تتمہ خامسہ، صفحہ: ۱۸۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/ ۲۵۷-۲۵۸)

---

(۱) یہ حکم متقدمین کے ضابطہ کے مطابق ہے اور متاخرین نے تو زیر زبر کی غلطی مفسد معنی کو بھی مفسد صلوٰۃ نہیں قرار دیا۔ مفتی محمد شفیع

إذا لحن في الإعراب لحناً لا يغير المعنى بأن قرأ ﴿لا ترفعوا أصواتكم﴾ برفع التاء، لا تفسد صلاته وإن غير المعنى تغييراً فاحشاً بأن قرأ ﴿وعصى آدم ربه فغوىٰ﴾ بنصب الميم، ورفع الرب وما أشبه ذلك مما لو تعمد به يكفر وإذا قرأ خطأً فسدت صلاته في قول المتقدمين، الخ. (الفتاوىٰ الهندية، الفصل الخامس في زلة القاري: ۱/ ۸۱، دار الفكر بيروت. انيس)

وخطأ القاري إما في الإعراب أو في الحروف أو في الكلمات أو الآيات وفي الحروف إما بوضع حرف مكان حرف أو تقديمه أو تاخيره أو زيادته أو نقصه أما الإعراب فإن لم يغير المعنى لاتفسد لأن تغييره خطأ لا يستطاع الإحتراز عنه فيعذر وإن غير فاحشاً مما اعتقاده كفر مثل البارئ المصور بفتح الواو و ﴿إنمايخشى الله من عباده العلماء﴾ برفع الجلالة ونصب العلماء فسدت في قول المتقدمين. (فتح القدير، فصل في القراءة: ۱/ ۳۲۲، دار الفكر بيروت. انيس)

سورۂ عصر کی تلاوت کرتے وقت سورۂ والتین کی طرف منتقل ہونا:

سوال: سورۂ والعصر میں سے "وعملوا الصالحات" کی جگہ سے "فلهم أجر غير ممنون" پر انتقال کر کے سہواً سورۂ والتین والزیتون کو ختم کرے تو نماز صحیح ہوگی یا نہ؟ معنی بدلے یا نہ؟

الجواب

صحیح ہوگی۔

۶ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ۔ (تتمہ اولیٰ، صفحہ: ۴۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۲۵۰)

قراءت کی بعض غلطیوں کا حکم:

سوال: امام سے قراءت میں حسب ذیل غلطیاں ہوں تو فاسد ہوگی یا نہیں؟ بصورت اُولیٰ نماز دہرانا ضروری ہے یا نہیں؟

(۱) اگر "مَا وَدَّعَکَ" کو "مَا وَدُّعَاکَ" پڑھے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

(۲) "مِنْ مَّنِيٍّ یُّمْنٰی" میں "مِنْ مَّانِيٍّ یُّمْنٰی" پڑھنا موجب فساد ہے کہ نہیں؟

(۳) "اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ" میں لفظ "اللّٰه" کو پیش سے پڑھنے سے فساد ہوگا کہ نہیں؟

(۴) "عَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْل" میں فرعون کو زبر اور الرسول کو پیش پڑھے تو نماز ہوگی کہ نہیں؟

(۵) "وَلاَ الضَّالِّیْن" کو "وَلاَ الضُّالِّیْن" ض کے پیش اور ض کے بعد (ہمزہ) اور مد کے ساتھ پڑھنا مفسدِ نماز ہے کہ نہیں؟ یہ آخری غلطی عام ہے، کیا اس صورت میں نماز دُہرانا پڑے گی؟

الجواب

(۱) دال پر ضمہ پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

كما فى ردالمحتار تحت قول الدر:

(فلو فى إعراب، إلٰى قوله، لم تفسد) ككسر قِوَامًا مكان فتحها وفتح باء نعبد، آه. (۱)

لیکن عین کے بعد الف کے اضافہ میں تغیر فاحش پیدا کرتا ہے، یعنی مفرد کو تثنیہ بنا دیتا ہے اور تثنیہ کا استعمال حق تعالیٰ شانہ کے حق میں کسی طرح جائز نہیں اور اشباع کا یہ موقع نہیں اور فقہا نے اس کی تصریح کی ہے کہ کسی حرف کے بڑھا دینے

(۱) ردالمحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: مسائل زلة القارى: ۲/۳۹۳، انیس

ومن مفسدات القلية زلة القارى ففى الخطأ فى الإعراب إن لم يتغير المعنى ككسر قواما مكان فتح وفتح باء نعبد لا تفسد. زاد الفقير متن إسعاف المولىٰ القدير، فصل فى زلة القارى: ۲۹، مخطوطة مكتبة جامعة الملك سعود قسم المخطوطات. انیس)

سے اگر معنی میں تغیر ہوجائے تو نماز فاسد ہوجاتی ہے، لہذا یہ غلطی فسادِ صلوٰۃ کا موجب ہے؛ البتہ اگر بکثرت اس قسم کی غلطی واقع ہوتی ہو تو عموم بلویٰ کے سبب فساد کا حکم نہ دیا جاوے گا اور صلوٰۃ فاسدہ کا اعادہ ضروری ہونا محتاج بیان نہیں۔

(۲)　یہ غلطی بھی فی نفسہ موجبِ فساد ہے، لتغیر المعنی؛ ولیکن عمومِ بلویٰ کے سبب عدمِ فساد کا فتویٰ دیا جاوے گا۔

(۳)　اس غلطی کو شامی نے متقدمین کے نزدیک مفسدِ صلوٰۃ فرمایا ہے، جبکہ ہمزۂ علماء کو مفتوح بھی پڑھا ہو (اور اگر مفتوح نہ پڑھا ہو؛ بلکہ مضموم یا موقوف پڑھا ہو تو مفسد نہیں؛ کیونکہ اس کا مفعول ہونا مشتبہ ہوگیا) ولیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تغیر کو فاحش کہنا (یعنی: **الـذی یـکـون اعتقاده کفرًا**) صحیح نہیں؛ کیونکہ خشیت صرف خوف کے معنی میں منحصر نہیں؛ بلکہ دوسرے معانی میں بھی مستعمل ہے، چنانچہ قولِ خداوندی "**فَخَشِيْنَـا اَنْ يُّرْهِقَهُمَا**" میں اصل معنی مراد نہیں، بعض نے "**علمنا**" سے اس کی تفسیر (۱) اور بعض نے "**کرهنا**" سے، (۲) اسی طرح "**يَخْشَى اللّٰـهَ**" میں زمخشری وغیرہ نے رفع کی قراءت (شاذہ) نقل کی ہے، (۳) اور صاحب روح المعانی نے خشیۃ کو تعظیم پر محمول کیا ہے، (۴) ونیز ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ خشیت کے معنی اختیار (یعنی اجتباء) کے بھی آتے ہیں، پس جب اس غلطی کے ہوتے ہوئے ایک صحیح معنی ہوسکتے ہیں تو متقدمین کے قول پر بھی نماز فاسد نہ ہوگی۔ واللہ اعلم

اور متاخرین کے قول میں تو بہت گنجائش ہے کہ باوجود تغیر فاحش کے بھی فساد صلوٰۃ کا حکم نہیں کرتے، حاصل یہ کہ اس غلطی سے نہ متقدمین کے قول پر نماز فاسد ہوگی، نہ متاخرین کے قول پر۔ واللہ اعلم بالصواب

(۴)　یہ غلطی متقدمین کے قول پر موجب فساد ہے؛ ولیکن متاخرین کے نزدیک موجب فساد نہیں اور قول متاخرین پر فتویٰ ہونا خلاصہ میں نوازل سے منقول ہے، لہذا عوام کے واسطے اسی میں سہولت ہے ولیکن اگر اس قسم کی غلطی بکثرت واقع نہ ہوتی ہو تو اعادہ نماز کا کرلیا جاوے؛ لیکن قول متقدمین احوط واوفق بالقیاس ہے۔

(۵)　اس سے بھی نماز فاسد نہیں ہوتی، کیونکہ اس سے معنی متغیر نہیں ہوتے۔

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ۔ ۲۱/محرم ۱۳۵۲ھ۔ (امداد الاحکام: ۱۹۹/۲-۲۰۱)

قرأت میں غلطی:

سوال:　اگر امام صاحب نماز میں قرأت کرتے ہوئے حرکات کو نہ کھینچنے کی جگہ کھینچ کر اور اس کے برعکس پڑھیں،

(۱)　تأویلات أهل السنة المعروف بتفسير الماتريدى، سورة الكهف: ۲۰۰/۷، دار الكتب العلمية بيروت. انيس

(۲)　معانى القرآن للأخفش، سورة الكهف: ۴۳۳/۲، مكتبة الخانجي القاهرة. انيس

(۳)　وروى عن عمر بن عبدالعزيز أنه قرأ: ﴿إنما يخشى اللّٰهُ﴾ رفعاً ﴿والعلماءَ﴾ نصباً، وهو اختيار أبى حنيفة على معنى يعلم اللّٰه وقيل: يختار، والقراءة الصحيحة ما عليه العامة. (الكشف والبيان عن تفسير القرآن المعروف بتفسير الثعلبى، سورة الفاطر: ۱۰۵/۸، دار إحياء التراث العربى. انيس)

(۴)　روح المعانى، سورة الرعد: ۱۳۴/۷، دار الكتب العلمية بيروت. انيس

جیسے سورۂ رحمٰن میں: ﴿وَالاَرْضَ وَضَعَهَا﴾ کو "وَضَعَاهَا" اور سورۂ تین میں ایک جگہ ﴿وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ کی جگہ "وَعَامِلُوا الصّٰلِحَاتِ" اور "السَّلاَمُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ" میں "رحماة الله" پڑھتے ہیں اور بکثرت مجہول پڑھتے ہیں تو کیا ایسی غلطی سے نماز فاسد نہیں ہوگی، اور کیا ایسے امام کی اقتداء درست ہے؟ (انصار بیگ دانش، دھرم آباد)

الجواب

امام صاحب کو چاہئے کہ وہ ایسی غلطیوں پر قابو پائیں؛ تاہم مسئلہ یہ ہے کہ! اگر کوئی شخص اس طرح حرکت کو کھینچ کر پڑھے کہ کسی حرف کی زیادتی یا کمی پیدا ہو جائے؛ لیکن معنی میں غیر معمولی قسم کی تبدیلی نہ پیدا ہو تو نماز درست ہو جاتی ہے۔

"لو زاد حرفا لایغیر المعنی لاتفسد عند هما الخ".(۱)

اس لئے جو صورت آپ نے ذکر کی ہے اس میں نماز تو درست ہو جائے گی، البتہ امام صاحب کو حکمت کے ساتھ تنہائی میں سمجھانا چاہئے کہ وہ اپنے طریقۂ تلاوت کی اصلاح کر لیں۔ (کتاب الفتاویٰ: ۱۹۹/۲-۲۰۰)

نماز میں اعراب کی غلطی کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے نماز میں "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ" میں اسم کے میم کو زیر پڑھ دیا، آیا نماز درست ہوئی یا فاسد؟

الجواب

جس غلطی سے قرآن کے معنی میں تغیر فاحش آجاوے، اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، ورنہ نہیں ہوتی تو اسم کے میم کو زیر پڑھنے سے معنی میں کوئی فساد نہیں ہوا، اس لئے نماز درست ہوگئی۔

إذا لحن فی الإعراب لحنا لایغیر المعنی بأن قرأ لاَ تَرْفَعُوْا أَصْوَاتُكُمْ برفع التاء لاتفسد صلاته بالإجماع. (الهندية: ۸۰/۱)(۲) **فقط واللّٰه تعالٰی أعلم**

(امداد: ۱۰۵/۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۴۵۰/۱) ☆

(۱) رد المحتار: ۳٤۱/۲ (باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، مطلب: مسائل زلة القاری، انیس)

(۲) الباب الرابع فی صفة الصلاة الخ، الفصل الخامس فی زلة القاری، انیس

قرأت میں اعراب کی غلطی:

سوال: نماز میں قرأت کے دوران زیر و زبر کی غلطی ہو جائے، مثلاً "اُنْزِلَ" کے بجائے "اَنْزَلَ"، "يُرَاؤُوْنَ" کے بجائے "يَرَاؤُوْنَ" تو کیا نماز درست ہو جائے گی؟ (احمد ندیم رضوی، محبوب نگر)

الجواب

عربی زبان میں اعراب یعنی زبر، زیر، پیش کی بڑی اہمیت ہے، اور اکثر اوقات اس سے معنی میں غیر معمولی تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے، اس لئے نماز میں خصوصاً اور نماز کے باہر بھی قرآن مجید پڑھنے میں خوب احتیاط کرنی چاہئے، تھوڑی سی محنت اور کوشش کے ذریعہ ==

قرأت میں تغیر کا واقع ہونا:

سوال: بعض کا مسلک ہے کہ قرأت میں لغزش سے اگر معنی بدل جائیں تو نماز فاسد ہو جائے گی اور بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ اگر معنی بدل جائیں اور وہ کفر تک پہنچادیں تو نماز فاسد ہوگی، اس بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

منیۃ المصلی میں ہے:

(الأصل فيه أنه إن لم يكن مثله في القرآن والمعنى بعيد يتغير) به (تغيرًا فاحشًا تفسد صلاته)انتهٰى.(۱)

اکثر کتب فقہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مطلق تغیر معنی سے نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اعراب کی غلطی ہو جائے، اگر چہ معنی کا تغیر اس صورت میں بھی ہوگا، مگر عوام پر شفقت کے خیال سے بعض فقہا مفسد صلوۃ نہیں کہتے ہیں۔(كذا في الهندية)(۲)

ابوالحسنات محمد عبدالحئی۔(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو:۲۳۱)

جس کو ترجمۂ قرآن نہ آتا ہو، اس کی نماز اور تلاوت کے ثواب کا حکم:

سوال: بکر کہتا ہے کہ جس شخص کو ترجمۂ قرآن نہیں آتا، اس کی نماز ہرگز نہیں ہوتی اور نہ اس کو تلاوتِ قرآن کا ثواب ملتا ہے، اس پر بعض لوگوں نے نماز پڑھنا اور تلاوت کرنا چھوڑ دیا، اس کا جواب مدلّل دیا جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

دلیل کا بیان کرنا خود اس شخص کے ذمّہ ہے؛ کیونکہ وہی مدعی ہے اور دعوی بلا دلیل مسموع نہیں، لہذا یہ قول غلط ہے، نیز ہم تبرعاً کہتے ہیں کہ اس شخص کا قول "فَاقْرَأُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ"(۳) کے خلاف ہے، کیونکہ جو شخص قرآن پڑھنے پر قادر ہے اور ترجمہ سمجھنے پر قادر نہیں تو یہ آیت اس کو صرف قراءتِ قرآن کا مکلّف بناتی ہے،(۴) اور اس سے اس کی نماز صحیح ہو جائے گی؛ لإتيان المأمور به، ترجمہ کی قید لگانا تیسیر کے خلاف ہے۔

== ایسی غلطیوں سے بچا جا سکتا ہے، تاہم چونکہ اللہ تعالی نے خطا اور بھول چوک کو معاف فرمایا ہے، اور خاص کر اہل عجم سے ایسی غلطیاں پیش آتی رہتی ہیں، اس لئے فقہا کی رائے ہے کہ اگر زیروزبر کی غلطی ہو جائے، تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

"ولوقرأ النصب مكان الرفع والرفع مكان النصب أوالخفض مكان الرفع أوالنصب لا تفسد صلاته". (الفتاوى الهندية : ۸۲/۱ (الباب الرابع في صفة الصلاة،الفصل الخامس في زلة القاري، انيس))(کتاب الفتاویٰ:۲/۲۰۰-۲۰۱)

(۱) (الأصل فيه)في الزال والخطاء (إن لم يكن مثله)أي مثل ذلك اللفظ) في القرآن والمعنى)أي والحال في أن معنى ذلك اللفظ (بعيد)من معنى لفظ القرآن (متغير) معنى لفظ القرآن به (تغيرًا فاحشًا) قوياً بحيث لا مناسبة بين المعنيين أصلاً (تفسد صلاته).(الكبيرى شرح منية المصلي، فصل في بيان أحكام زلة القاري:۴۷٦،طبع سنده،انيس)

(۲) الفتاوى الهندية،الفصل الخامس في زلة القاري: ۷۹/۱-۸۲،دارالفكر.انيس

(۳) سورة المزمل: ۲۰.انيس

(۴) ﴿فَاقْرَأُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾أي من القرآن من غير تحمل المشاق.(روح المعاني، المزمل: ۱۲٦/۱۵، دارالكتب بيروت)==

دوسرے ہم پوچھتے ہیں کہ قرآن نظمِ عربی کا نام ہے، یا نظمِ عربی مع الترجمہ کا، شقِ ثانی باطل ہے، ورنہ لازم آئے گا، کہ صبیان وجہلاء تلاوتِ قرآن کے وقت قاریِٔ قرآن نہ ہوں؛ بلکہ وہ قرآن کے سوا کچھ اور پڑھتے ہوں اور یہ لغو ہے، پس شقِ اوّل متعین ہے، تو اس کے تحقق سے قراءتِ قرآن کا تحقق ہو گیا اور یہی شرط صلوٰۃ وثواب ہے، اس سے زیادہ شرط صلوٰۃ وثواب نہیں۔ (امداد الاحکام: ۹۸/۲)

”قل هو الله“ کو ”گل هو الله“ پڑھنا:

سوال: ایک شخص ”قل هو الله“ کو ”گل هو الله“ پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ اہلِ ہند جس کو ق پڑھتے ہیں، وہ درحقیقت ترکی زبان کا حرف ہے، عربی نہیں اور لغت عرب میں یہ شکل گاف کی ہے اور تمام عرب گاف ہی پڑھتے ہیں کیا اس کا مقولہ صحیح ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

اس کا مقولہ صحیح نہیں ہے اور نہ اس کے پیچھے نماز جائز ہے؛ کیوں کہ تمام ادباء اور اہل لغت نیز قراء اور ماہرین نحو کا اتفاق ہے کہ حرف قاف عربی ہے۔

قاری ابومحمد مکی فقیہ کتاب الرعایۃ بتجوید القراءۃ میں بیان کرتے ہیں:

القاف تخرج من المخرج الأول من مخارج الضم ممايلی الحلق من أقصى اللسان ومن فوقه من الحنک والقاف حرف متمكن قوی لأنه من الحروف المجهورة الشديدة المستعلية ومن حروف القلقلة قريبة من مخرج الكاف فيجب على القارى أن يفخم القاف تفخيماً بالغا إذا أتت بعدها ألف كمايفعل بهاإذاحكاها فی الحروف فقال فالقاف وذلک نحو قوله تعالىٰ قالوا وقاموا وكذلک بينهما بيانًا خالصاً تفخيماً إذاانفردت مفتوحة أومضمومة نحو قليلاً وقدمنا وقد ورد قوله أوشبهه. فإذا وقعت الكاف بعدها أوقبلها وجب بيانها لئلا يشوبها شیء من لفظ الكاف لقربها منها أويشوب الكاف شیء من لفظ القاف نحو خالق كل شیء وخلقكم ورزقكم،انتهىٰ. (۱)

اور ظاہر ہے کہ صفات مذکورہ گاف فارسی میں نہیں پائی جاتیں؛ لیکن موجودہ زمانہ میں اہلِ عرب کے یہاں قاف کی جگہ گاف فارسی کا استعمال، وہ عجمیوں کے اختلاط کی وجہ سے ہو رہا ہے اور اسی وجہ سے کبھی وہ لوگ قرآن وحدیث میں قاف کی جگہ گاف فارسی نہیں پڑھتے اور بادیہ نشیں جاہلوں کا کوئی اعتبار نہیں؛ کیوں کہ وہ حروف کو مخارج سے

== ويحتمل أن يكون المراد منه فاأقرؤا بعينه كيف ما تيسر لكم. (التفسير المظهری،سورة المزمل: ۱۱۶/۱۰، مكتبة الرشدية الباكستان. انيس)

(۱) كتاب الرعاية بتجويد القراءة،باب القاف: ۱۷۱،دارعمار. انيس

ادا نہیں کرتے اور قرآن کے ایسے حروف کہ ان کا تلفظ اور دوسرے حروف سے تمیز آسان ہو، ان کو بدل دینا، ایسے طریقہ پر کہ معنی بھی متغیر ہوجائیں، یہ مفسد صلوۃ ہے۔

ہندیہ میں ہے:

إن غير المعنٰى فإن أمكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كالطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مكان الصالحات تفسد صلا ته عند الكل، إنتهىٰ. (۱) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۱۳)

"الحمد" اور "إياک" پر جھٹکا:

سوال: "**الحمد**" پر جھٹکا لگانا اور ایسا ہی "**إياک**" پر جھٹکا لگانا کیسا ہے؟

الجواب

خلاف قواعد تجوید پڑھنا قرآن شریف کا مکروہ ہے، (۲) اگرچہ نماز ہوجاتی ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۲۴۰)

"نستعين" میں عین پر تشدید پڑھنا:

سوال (۱) زید سورہ فاتحہ میں "**إياک نعبد و إياک نستعين**" پڑھتا ہے، جبکہ قرآن شریف میں "**و اياک نسعين**" لکھا ہے، کیا پڑھا جاوے "**نستعين**" یا "**نستعيّن**" (کے) 'ت' کو 'عین' میں ملا کر تشدید لگا کر پڑھتا ہے، امام کو بار بار ٹوکنے پر صحیح نہیں پڑھتا ہے، کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنی صحیح ہے یا نہیں؟

(۲) فجر کی سنت مؤکدہ اگر جماعت ہورہی ہے تو سنت کس وقت تک پڑھی جاسکتی ہے؟ یا جماعت میں شامل ہوجاوے؟ سنت نہ پڑھی جائے؟

هو المصوب

(۱) نستعین کا کوئی حرف مشدد نہیں ہے، لہذا مشدد پڑھنا غلط ہے، (۴) امام کو خیال رکھ کر پڑھنا چاہئے، اگر

---

(۱) الفتاوٰى الهندية، الباب الرابع فى صفة الصلاة، الفصل الخامس فى زلة القارى: ۸۷/۱، انيس

(۲) والأخذ بالتجويد حتم لازم ☆ من لم يجود القرآن آثم. (المقدمة الجزرية، باب التجويد: ۱۱، دار المغنى للنشر والتوزيع)

أى من لم يجود القرآن وفى نسخة من لم يصحح القرآن وذلک بأن يقرأ ه قراء ة تخل بالمعنى أو بالإعراب كما صرح بذلک الشيخ زكريا. (الوافى فى كيفية ترتيل القرآن الكريم، باب التجويد: ۹۱/۱، دار الكتب العلمية. انيس)

(۳) إن غير المعنٰى فإن أمكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كالطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مكان الصالحات تفسد صلا ته عند الكل. (الفتاوٰى الهندية، الباب الرابع فى صفة الصلاة، الفصل الخامس فى زلة القارى: ۸۷/۱، انيس)

() إن الخطأ إما فى الإعراب أى الحركات والسكون ويدخل فيه تخفيف المشدد وقصر الممدود ==

امام صحیح پڑھنے پر قادر نہیں ہے، تو دوسرے امام کا نظم کیا جائے، ایسے امام کو امامت نہ کرنی چاہئے، اگر امامت کرتا ہے، تو اس کی امامت کراہت کے ساتھ درست ہوگی۔

(۲) فجر کی فرض نماز ایک رکعت بھی ملنے کی امید ہو تو سنت فجر پڑھ لی جائے، اس کے بعد فجر کی فرض میں شامل ہو اور ایک رکعت بھی ملنے کی امید نہ ہو تو فجر کی فرض نماز میں سنت پڑھے بغیر شامل ہو جائے۔(۱)

تحریر: محمد مستقیم ندوی تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۲۸/۲-۳۲۹)

صیغۂ واحد کو جمع اور جمع کو واحد پڑھنا غلط ہے:

سوال: نماز میں بوقت قراءت واحد کو بصیغۂ جمع اور جمع کو بصیغۂ واحد پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ نماز ہوگی یا نہیں؟ مثلاً: آیت کو آیات پڑھنا اور جنت کو جنات پڑھنا۔

== وعكسهما... والقاعدة عند المتقدمين أن ماغير المعنىٰ تغييرًا يكون اعتقاده كفرًا يفسد في جميع ذلك، سواء كان في القرآن أو لا... فالمعتبر في عدم الفساد عند عدم تغير المعنى كثيرًا وجود المثل في القرآن عنده والموافقة في المعنى عندهما.(رد المحتار: ۳۹۳/۲)(باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها،مطلب:مسائل زلة القاري،انيس)

(۱) ومن انتهى إلىٰ الإمام في صلاة الفجر وهو لم يصل ركعتي الفجر إن خشي أن يفوته ركعة ويدرك الأخرىٰ يصلي ركعتي الفجر عند باب المسجد ثم يدخل وإن خشي فوتهما دخل مع الإمام.(الفتاوىٰ الهندية: ۱۲۰/۱)(الباب العاشر في إدراك الفريضة،انيس)

قلت:أرأيت رجلاً انتهى إلى المسجد والقوم في الصلاة أيصلي تطوعاً أو يدخل مع القوم في الفريضة؟ قال:لا ؛ولكنه يدخل مع القوم في صلاتهم ولايصلي من التطوع شيئاً إلا أن ينتهي إلى الإمام ولم يكن صلى ركعتي الفجر فإنه يصليهما ثم يدخل في صلاة القوم ،قلت:فإن كان يخاف أن تفوته ركعة من الفجر ؟قال:وإن كان يخاف، قلت:فإن خاف أن يفوته الفجر في جماعة؟قال:أحب ذلك إليَّ أن يدخل مع القوم في صلاتهم ويدع الركعتين.(الأصل الشيباني المعروف بالمبسوط،باب ماجاء في القيام في الفريضة: ۱۶۶/۱،إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراتشي)

عن عائشة قالت:ركعتا الفجر خير من الدنيا ومافيها.(سنن الترمذي،باب جاء في ركعتي الفجر من الفضل (ح: ٤١٦)

عن أنس قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:ركعتا الفجر أحب إلى من الدنيا وما فيها،قال:وقال عمربن الخطاب:هما أحب إلي من حمر النعم.(مصنف عبدالرزاق،باب ماجاء في ركعتي الفجر من الفضل (ح: ٤٧٧٩)انيس)

عن حمران،قال:ما لقي ابن عمر رضي الله عنهما يحدث إلا وحمران من أقرب الناس منه مجلساً قال:فقال له ذات يوم:ياحمران! إني لأراك ما لزمتنا إلا لنقبسنك خيراً قال:أجل،يا أبا عبدالرحمن قال:انظر ثلاثاً أما اثنتان فانهاك عنهما وأما واحد فآمرك،قال:ماهن يا أبا عبدالرحمن؟قال:لا تموتن وعليك دين إلا ديناً تدع له وفاءً ولا تنتفين من ولد لك أبداً فإنه يسمع بك يوم القيامة كما سمعت به في الدنيا قصاصاً لا يظلم ربك أحداً وانظر ركعتي الفجر فلا تدعهما فإنهما من الرغائب.(كتاب الآثار لمحمدبن الحسن الشيباني،باب فضل الجماعة وركعتي الفجر (ح: ۱۱۲)/ وراه ابن أبي شيبة مختصراً،باب في ركعتي الفجر (ح: ٦٣٢٥)/مسند الإمام الأعظم برواية الحصكفي،كتاب الصلاة (ح: ٩٥)انيس)

الجواب

واحد کو بصیغۂ جمع پڑھنا یا جمع کو بصیغۂ واحد پڑھنا غلطی ہے، عمداً ایسا کرنا درست نہیں ہے اور اگر غلطی سے ایسا پڑھا گیا تو نماز صحیح ہے؛ یعنی نماز ہو جاتی ہے، مگر ایسا کرنا نہ چاہئے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲/۲۴۷)

نماز میں عام قاری کی غلطیوں کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں موافق فقہ حنفی کے کہ!

آج کل عموماً کیا علماء اور کیا عوام؛ جیسا کہ آنجناب پر بھی روشن ہے، علم تجوید سے بالکل ناواقف ہیں؛ یعنی کسی استاد واقف سے نہیں سیکھتے؛ بلکہ بطور خود بعض حروف میں فرق کر کے بلا خیال مخرج وصفات پڑھتے ہیں۔ مثلاً:

''س''، ''ص'' کے اندر یا ''ت'' اور ''ط'' میں؛ حالانکہ ماہرین فن تجوید لکھتے ہیں کہ باوجود تمیز کے حروف اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوتے، خصوصا حرف ض کہ یہ تو عموما خواہ عجم کوئی بھی اس حرف کو اس کے مخرج سے نہیں نکالتا، بعض مشابہ ظا اور بعض مشابہ بالذال پھر بعض صاف دال پڑھتے ہیں، بعض دال مفخم، بعض کے پڑھنے میں ایک واؤ بھی سمجھ میں آتا ہے تو ایسی حالت میں کیا حکم ہے، آیا یہ لوگ معذورین کے حکم میں ہیں اور حروف کو سیکھنا اور ان کو مخارج مع صفات کے ادا کرنا ان پر فرض اور ترک سے گنہ گار ہیں؛ کیوں کہ مخارج حرفوں کے مشترک ہوتے ہیں، مگر فرق صفات سے ہوتا ہے یا بوجہ عموم بلوی مطلقاً صحت نماز کا فتوی دیا گیا ہے، اگر دیا ہے تو دلیل تحریر فرما دیجئے؟

اب ایسی حالت میں اگر کوئی شخص حروف کو عمدہ طریقہ سے مخرج سے نکالے اور حرف ضاد کو بھی مخرج سے نکالے، اگر چہ صورت اس کی مشابہ بالظاء ہو تو ایسے شخص کی نماز ان لوگوں مذکور الصدر کے پیچھے کہ جو بطور خود حروف کو متمیز کر کے پڑھتے ہیں اور حرف ضاد کو دال بسیط یا مفخم کر کے یا مشابہ بالظاء پڑھتے ہیں، صحیح ہوگی یا نہیں؟ خاص کر جب کہ یہ شخص جو واقف تجوید ہے واقف مسائل ضرور یہ صلوٰۃ بھی ہو اور دوسرا شخص عالم فقہ حدیث ہو، مگر قراءت اس کی موافق قواعد تجوید نہ ہو؛ بلکہ مثل قراءت مروجہ اس زمانہ کے ہو، اگر اس واقف تجوید کی نماز صحیح نہ ہوئی تو وقت مقتدی ہونے اس قاری کے امام کی اور بقیہ مقتدیوں کی بھی نماز درست ہوگی یا نہیں؟ جیسا کہ جب امی کی اقتدا قاری کرے، اس وقت کسی کی بھی نماز نہیں ہوتی نہ امام کی نہ مقتدیوں کی، احقر کو ان عبارات فقہا سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم لوگ باوجود اہل علم کہلانے کے

(۱) قال فی البزازية: ولو زاد حرفًا لا يغير المعنى لا تفسد عندهما، إلخ. (رد المحتار، زلة القاري: ۱/۵۹۱، ظفير) (باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: مسائل زلة القاري / الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ الهندية، لاثاني عشر في زلة القاري: ٤/٤٣، دار الفكر / انيس)

امامت کے قابل نہیں اور سیکھنا تجوید کا فرض ہے اور اس کے ترک سے ہر وقت گنہ گار ہیں، آیا یہ فہم احقر کا ان عبارات سے صحیح ہے یا نہیں؟

(أنه بعد بذل جهده دائمًا)أی فی اٰناء اللیل وأطراف النهار فمادام فی التصحیح والتعلیم ولم یقدر علیه فصلاته جائزة وإن ترک جهده فصلوته فاسدة قال فی الذخیرة وأنه مشکل عندی لأن ماکان خلقة فالعبد لایقدر علی تغییره (کالأمی فلا یؤم الامثله ولاتصح صلاته إذاأمکنه الإقتداء بمن یحسنه أو ترک جهده أووجد قدرالفرض ممالا لثغ فیه هذا هو الصحیح المختار(فی حکم الألثغ).(کذافی ردالمحتار باب الإمامة)(۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب الثغ جوفطرۃً معذور کیا معنی بلکہ مجبور ہے معاف نہیں کیا گیا، بلکہ دواماً اس پر سیکھنا اور کوشش کرنا فرض ہے، یہاں تک کہ جب تک سیکھتا رہے گا تو نماز درست ہوگی، ورنہ نماز فاسد ہوگی اور بعد کوشش کے بھی وہ امی ہے، جب ایسا معذور فطری معذور نہیں تو جو شخص کہ باعتبار فطرت مجبور نہیں، فقط اپنے تساہل سے سیکھنے کا قصد نہیں کرتا، کیوں معذور شمار کیا جاوے اور کیوں نماز اس کی صحیح ہو اور کیوں گنہ گار نہ ہو، البتہ شامی کا ذخیرہ کی عبارت کا نقل کرنا شبہ پیدا کرتا ہے کہ شاید اس حکم کی تصحیح میں کچھ کلام ہے، اگلی عبارت اس سے زائد تصریح کرتی ہے۔

وکذا من لایقدر علی التلفظ بحرف من الحروف وذلک کالرهمن الرهیم والشیتان الرجیم والآلمین إیاک نأبد ونستئین وأنأمت فکل ذلک حکمه مامر من بذل الجهد دائمًاوإلا فلا تصح الصلوٰة به.(۲)

اب اس حکم میں وہ لوگ بھی داخل ہیں یا نہیں جو حرف ضاد کو مخرج سے نہیں نکالتے، اگر نہیں تو کیا دلیل ہے، پھر فقہا کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حرف ظاء سے زیادہ مناسبت ہے نہ ذال سے، جیسا کہ شامی کے زلۃ القاری میں ہے:

وإن لم یمکن إلا بمشقة کالظاء مع الضاد والصاد مع السین فأکثرهم علی عدم الفساد لعموم البلوی. (۳)

دوسری جگہ ہے:

وفیهاإذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولاقربه إلا أن فیه بلوی العامة کالظاء مکان الضاد لا تفسد عند بعض المشایخ.(۴)

قاضی خان میں ہے:

لوقرأ لظالین بالظاء أوبالذال لاتفسد صلاته ولو قرألدالین بالدال تفسد.(۵)

(۱-۲) ردالمحتار،باب الإمامة،قبیل مطلب إذا کانت اللثغة یسیرة: ۱/۵۸۲،دارالفکربیروت.انیس

(۳) ردالمحتار،فصل فی زلة القاری: ۱/۶۳۱،دارالفکربیروت.انیس

(۴) ردالمحتار،فصل فی زلة القاری: ۱/۶۳۳،دارالفکربیروت.انیس

(۵) قاضی خان علی هامش الهندیة،کتاب الصلاة،فصل فی قراءة القرآن خطأً وفی الأحکام المتعلقة بالقرآءة: ۱/۱۴۳،انیس

ان عبارتوں سے جہاں تک معلوم ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ مشابہ بالدال پڑھنے سے فاسد ہے اور مشابہ بالظاء پڑھنے سے بعض کے نزدیک فاسد نہیں، مگر قاعدہ متقدمین کے مطابق صحیح نہیں تو ایسی صورت میں جو شخص کہ حرف ضاد کو مخرج سے نکالتا ہے، اس کی نماز آج کل کے علما کے پیچھے جو اکثر دواد پڑھتے ہیں، صحیح ہوگی یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے ہوتے امام کس کو بنانا چاہئے، مکرر امور مسئولہ کو مختصراً عرض کرتا ہوں:

(۱) تجوید واجب کی کیا مقدار ہے آیا مطلقاً تمیز بین الحروف یا اداء الحروف من المخارج مع الصفات؟

(۲) امی عندالشرع کون ہے اور قاری کون ہے؟

(۳) حرف ضاد مخرج سے نہ نکالنے والے خواہ ظاء پڑھیں یا مشابہ بالدال پڑھیں امی ہیں یا نہیں؟

(۴) جو شخص کہ ضاد کو مخرج سے نکالتا ہے اس کی نماز شخص مذکور کے پیچھے ہوگی یا نہیں اگر نہ ہوگی تو وقت مقتدی ہونے اس قاری کے امام دواد پڑھنے والے کی اور مقتدیوں کی نماز بھی ہوگی یا نہیں؟

(۵) دواد پڑھنے والا عالم امام افضل ہے یا قاری جو مسائل ضروریہ صلوٰۃ سے واقف ہو؟

(۶) سائل ایک عبارت رسالہ ’’قرأت کی نقل کرتا ہے کہ جو حوالہ دیتا ہے فتح القدیر اور وسیلۃ السعادۃ کا:

’’بدانکہ دانستن وخواندن قرآن بہ تجوید کہ آں عبارت از دادن حروفہا است حق آں حروف فرض عین ولازم ست بر ہر کس کہ قرآن خوانداز برائے آنکہ بہ تجوید نازل شدہ وہمچنیں از آنحضرت علیہ السلام بوسائط اساتذہ منقول شد چنانکہ درشرح مقدمہ جزری آوردہ اگر چہ فقہائے عظام بسبب آنکہ نماز فرض عین است درزلۃ وخطا کردن از تجوید وسعت کردہ نماز جائز داشتہ اند اما بہ ترک امامت ایں چنیں کس فرمودہ اند معلوم است کہ معنی زلت وخطا فعلی ناشائستہ بے اختیار از کسے کہ دانائے آں باشد صادر شدن است نہ آنکہ چیزے را کہ نداننداورا زلۃ گویند، چنانکہ دروسیلۃ السعادۃ کہ یکے از کتب فقہ معتبر است آوردہ کسے کہ از ادائے حروف ورعایت قواعد قرآنی عاجز باشد براو لازم است باقی عمر درشب وروز در تعلیم قرآن بکوشد والا نمازش جائز نیست‘‘۔ (کمافی فتح القدیر لابن الہمام)(۱)

تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آج کل جو غافل از علم تجوید عالم وجاہل ہو رہے، ان کی نماز نہیں ہوتی اور امامت تو ہرگز نہ کرے، تو امامت ایسے شخص کی جائز ہے یا نہیں؟

(۷) قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ اپنے رسالہ تلفظ الضاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ ضاد معجمہ سب حروف سے مخرج جدا رکھتا ہے، اگر اپنے مخرج سے نہ نکلا اور کسی حرف کے مخرج سے نکلا ظاء یا دال وغیرہ سے تو وہی ہوگیا نہ کہ ضاد رہا اور اگر حرف معتبرہ سے نہ نکلا تو شمار حروف سے نہ رہا؛ بلکہ مہمل ہوگا، جیسے رضی وغیرہ، علما نے لکھا ہے کہ وہ کلام بالکل مہمل ہوگیا۔

---

(۱) الصمد بالسین إن کان یجهد اللیل والنهار فی تصحیحه ولا یقدر فصلاته جائزة ولو ترک جهده ففاسدة ولا یسعه أن یترک فی باقی عمره. (فتح القدیر، فصل فی القراءة: ۳۲۳/۱، دارالفکر بیروت. انیس)

(۸) پھر فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے کہ ہر شخص بطور خود جس طرح چاہے، قرآن پڑھے۔

حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا کہ ہم قرآن کو اپنی زبان میں ترجمہ کرلیں؛ تاکہ ہم کو پڑھنا آسان ہو، فرمایا کہ ہرگز نہیں؛ بلکہ قرآن پاک انہیں حروف منزل پر رہے، ہاں تفسیر اپنی زبان میں کرلو، حضرت علیؓ نے ترجمہ جائز رکھا، پھر تبدیل حروف کس طرح جائز ہوگی کہ تحریف صریح قرآن کی ہے، جب بہدایت قرآن وحدیث ممانعت پڑھنے لہجہ عجم کی معلوم ہوئی، تب بمقابلہ اس کے اقوال بعض مفسرین مثل تفسیر کبیر وغیرہ کے کہ انسان مکلّف ساتھ تمیز حرف ضاد کے غیر اپنے سے نہیں ہے، سنا نہ جاوے گا؛ بلکہ اس جگہ قول حضرت علیؓ اور امام ابوعمرؒ ودانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا کہ امام قرأت اور تجوید کے تھے مقبول ہوگا کہ ان بزرگوں نے کس طرح تاکید تصحیح وتجوید کی فرمائی ہے، غرض کہ فن قرأت جدا ایک فن ہے کہ مدار اس کا محض نقل اور روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور قیاس کو بالکل دخل نہیں ہے اور جو بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ زمانہ صحابہ میں اہتمام تجوید نہ تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ سب صحابہؓ عربی تھے اور بعض صحابہؓ جو عجمی تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح کرلیا تھا اور جو صحابہ باوجود تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی سعی کے ان کی زبان نے مطاوعت نہ کی اور قابو میں نہ آئی وہ معذور تھے، غرض ایسے مضمون ابوعمروؒ دانیؒ اور ملاعلی قاریؒ کی کتابوں کو دیکھو کہ یہ لوگ قرأت کے امام تھے اور محدث، مفسر وفقیہ تھے اور یہ لفظ خاص عرب کا ہے، نہ عجم کا، اپنی زبان پر جو عجم کو آسان تھا، وہ ادا کرلیا اور عرب خاص کے جو دو ایک گھر ہیں، وہ اب تک صحیح پڑھتے ہیں، اس وقت کے عرب کا ادائے حروف لائق استدلال نہیں۔

(۹) پھر فرماتے ہیں کہ ضاد کا مخرج چھوڑ کر کے کسی اور حرف کے مخرج سے قصداً ادا کرنا تو حرام ہے، بلکہ بعید نہیں کہ کفر ہو اور اگر قصداً ادا کرنے ضاد صحیح کا کیا پھر سبقت لسانی سے غلطی ہوگئی، اس صورت میں امیدوار معافی حق تعالیٰ کا ہے اور اگر بسبب عدم مطاوعت زبان کے ہے اور زبان قابو میں نہیں ہے تو سیکھنے صحیح ضاد تک اور مشق کرکے صاف کرنے تک معاف ہے اور جو استاد سے سیکھا بھی نہیں اور جان بوجھ کر اسی طرح غلط پڑھتا رہا تو اول گنہ گار غلط خوانی کا اور دوسرا گنہ گار ترک واجب کا اور اگر سیکھا بھی اور صحیح نہ پڑھ سکا تو پھر یہ شخص معذور ہے اور یہ شخص امی ہوگا اور پہلے سیکھنے سے معذور نہ ہوگا اور روایات فقہیہ جواز نماز کی معذور کے حق میں ہیں نہ کہ کاہل کے۔

(۱۰) پھر فرماتے ہیں جواز صلوٰۃ غلط خواں میں فقہا میں اختلاف ہے اور اصح عدم جواز موافق اس قاعدہ اصولیہ کے ہے:

"إذا دار الأمر بين الحظر والإباحة فالفتوى على الحظر". (۱)

(۱) ثم ما يتردد بين الحظر والإباحة يترجح معنى الحظر. (مبسوط السرخسي، كتاب الخنثىٰ: ۱۰۶/۳۰، انیس)

دوسرے یہ کہ سند اور قیاس مسئلہ قرأت کا ساتھ مسئلہ فقہ کے درست نہیں، تیسرے یہ کہ جواز وعدم جواز قرأت کے معنی اور ہیں کہ صحت قرآن ہے اور جواز وعدم جواز صلوٰۃ کے معنی اور ہیں کہ برأۃ الذمہ ہے، پس جب محمول مختلف ہوا تو قیاس مع الفارق ہوا اور وہ باطل ہے، چوتھے یہ کہ جواز وعدم جواز بیچ روایت فقہیہ کے محمول ہے، جواز نماز پر، غرض ہم سب سے درگذرے اور قطع نظر کرتے ہیں کہ قاضی خاں اور شامی اور سب روایات کو فقہاء زلۃ القاری اور غلط خواں کے ذکر میں لائے ہیں بسبب عدم مطاوعت زبان اور عموم بلویٰ جواز کا حکم دیا گیا ہے، پھر جس نے فتوی دیا ہے جواز نماز کا، اس شخص کا حکم ہے کہ جس کی زبان قابو میں نہ ہو اور بعد سیکھنے کے غلط پڑھے۔ (تمام ہوئی عبارت قاری صاحب کی)

لہذا گذارش ہے کہ ان عبارات کے مخالف جو حدیث یا عبارت فقہ واسطے جواز نماز وامامت ایسے شخص کے ہو تحریر فرماویں، فقہاء زمان حال کا فتویٰ جو کچھ ہے وہ ظاہر ہے، مگر چونکہ قاری صاحب بھی اس زمانہ کے محدث وفقیہ ومفسر تھے تو قاری صاحب نے کیوں مخالفت کی، اس واسطے دلیل کی ضرورت ہے کہ کیوں کر نماز ایسے شخصوں کی ہوتی ہے اور گنہ گار کس درجہ کے ہوتے ہیں؟

(۱۱)　اگر کوئی شخص استاد ماہر سے تجوید سیکھنا شروع کرے تو اثنائے تعلیم میں لائق امامت ہے یا نہیں؟

(۱۲)　اگر جواز نماز وامامت ہے اور پھر بھی کوئی شخص ماہر تجوید بوجہ اس کے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے، اول یہ کہ اقوال متقدمین ومتاخرین میں اختلاف ہے دیگر یہ کہ قاری عبدالرحمٰن صاحب مرحوم ودیگر علماءِ حال کا اختلاف ہے، اس واسطے احتیاط پر عمل کرے اور اعادہ اس نماز کا جو امام غیر مجود وقاری کے پیچھے پڑھی ہے کرے بوجہ بچنے اختلاف کے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳)　اور اعادہ نماز فجر وعصر کا بموجب نمبر مذکورہ کے کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

امر اول:

تتبع روایات فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زلۃ القاری کے چند اقسام ہیں اور اکثر اقسام میں روایات توسع کی موجود ہیں، چنانچہ وہ اقسام یہ ہیں: (۱) خطا فی الاعراب، (۲) ابدال حرف بحرف، (۳) تخفیف مشدد، (۴) تشدید مخفف، (۵) زیادت حرف، (۶) نقص حرف، (۷) وصل حرف بکلمہ، (۸) قطع بعض الکلمۃ عن بعض، (۹) وقف وابتداء، (۱۰) ترک مد، (۱۱) زیادۃ کلمہ، (۱۲) نقص کلمہ، (۱۳) تقدیم، (۱۴) تکرار کلمہ، (۱۵) تبدیل کلمہ اور روایات یہ ہیں۔

(۱)　**فی ردالمحتار: وأما المتأخرون کابن مقاتل وابن سلام وإسمٰعیل الزاھد وأبی بکر البلخی والھندوانی وابن الفضل والحلوانی، فاتفقوا علٰی أن الخطأ فی الإعراب لایفسد مطلقًا**

ولو إعقاده كفرًا؛ لأن الناس لايميزون بين وجوه الإعراب، قال قاضى خان: وما قاله المتأخرون أوسع وما قاله المتقدمون أحوط.

(۲) وفيه: قال فى الخانية والخلاصة: الأصل فيما إذا ذكر حرفًا مكان حرف وغير المعنى (إلٰى قوله) قال القاضى أبو عاصم: إن تعمد ذلك تفسد، وإن جرىٰ على لسانه أو لا يعرف التمييز لا تفسد، وهو المختار، حلية وفى البزازية: وهو أعدل الأقاويل، وهو المختار.

(۳) وفيه: (قوله أو تخفيف مشدود)... وفى الفتح: عامة المشائخ علٰى إن ترك المد والتشديد كالخطإ فى الإعراب، ... قلت وقد مر عدم الفساد فى الخطاء فى الإعراب آنفًا فى الرواية الاولىٰ.

(۴) وفيه: (قوله وعكسه) قال فى شرح المنية: وحكم تشديد المخفف كحكم عكسه فى الخلاف والتفصيل.

(۵) وفيه: (قوله أو بزيادة حرف) قال فى البزازية: ولو زاد حرفًا لايغير المعنى لا تفسد عندهما ... وإن غيّر أفسد (بعد أسطر) لكن فى المنية: وينبغى أن لا تفسد، ثم قال... أقول والظاهر أن مثل زرابيب ومثانين يفسد عند المتأخرين أيضًا إذ لم يذكروا فيه خلافاً.

(۶) وفيه: (قوله أو نقص حرفًا) ... إما أن يغير المعنىٰ أو لا، فإن غير تفسد (إلٰى قوله) وإن لم يغير ... لايفسد إجماعًا.

(۷) وفيه: (وقوله أو بوصل حرف بكلمة، الخ) قال فى البزازية: الصحيح أنه لايفسد وفى المنية: لايفسد على قول العامة.

(۸) وفيه بعد أسطر: وأما قطع بعض الكلمة عن بعض فأفتٰى الحلوانى بأنه مفسد. وعامتهم قالوا: لا يفسد لعموم البلوىٰ فى انقطاع النفس والنسيان وعلٰى هذا لو فعله قصدًا ينبغى أن يفسد. وبعضهم قالوا: إن كان ذكر الكلمة كلها مفسدًا فذكر بعضها كذلك وإلا فلا، قال قاضى خان: وهو الصحيح والأولٰى الأخذ بهذا فى العمد وبقول العامة فى الضرورة.

(۹) وفيه: (قوله: أو بوقف وابتداء) قال فى البزازية: الابتداء إن كان لايغير المعنٰى تغييرًا فاحشًا لايفسد (إلٰى قوله) وإن غير المعنى ... لا يفسد عند عامة المشايخ؛ لأن العوام لا يميزون.

(۱۰) وفيه: (قوله: إلا تشديد رب) عزاه فى الخانية إلٰى أبى على النسفى، ثم قال: وعامة المشايخ علٰى إن ترك التشديد والمد كالخطإ فى الإعراب لايفسد فى قول المتاخرين.

(۱۱) وفيه: (قوله: ولو زاد كلمة) إعلم أن الكلمة الزائدة أما أن تكون فى القرآن أو لا، وعلٰى كل، أما إن تغير أو لا، فإن غيرت أفسدت مطلقًا... وإن لم تغير، فإن كان فى القرآن... لم تفسد فى قولهم، وإلا... تفسد وعند أبى يوسف رحمه اللّٰه تعالىٰ تفسد.

(۱۲) وفیه:(قوله:أونقص كلمة)قال فی شرح المنية:وإن ترک كلمة،من آية،فإن لم تغير المعنٰی ...لاتفسد وإن غيرت... فإنه يفسدعند العامة.وقيل لا، والصحيح الأول.

(۱۳) وفيه:(قوله :أوقدمه) قال فی الفتح: فإن غير... فسدت وإلا فلا عند محمد خلافاً لأبی يوسف،آه.

(۱۴) وفيه:(قوله:وكذا لوكرركلمة)... قلت ظاهره أن الفساد منوط بمعرفة ذلک، فلوكان لا يعرفه (إلٰی قوله) ينبغی عدم الفساد،وكذا لو لم يقصد شيئًا.

(۱۵) وفی الدر المختاركما لو بدل كلمة بكلمة وغير المعنى نحو:إن الفجار لفی جنات آه أی يفسد.(الدرالمختار مع ردالمحتار :۱/ ۶۳۰-۶۳۳،مطلب مسائل زلة القاری)(۱)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ بجز زیادت ونقص حرف یا کلمہ یا تقدیم یا تبدیل کلمہ کے جبکہ یہ سب مغیر معنی ہوں اور جمیع اقسام میں اقوال توسع کے پائے جاتے ہیں۔

امر دوم:

فی المقدمة الجزرية :

والأخذ بالتجويد حتم لازم — من لم يصحح القرآن آثم

وهو :إعطاء الحروف حقها — من كل صفة ومستحقها

ورد كل واحد لأصله — واللفظ فی نظيره كمثله (۲)

شعر اول سے تجوید کا وجوب اور ثانی سے رعایت صفت کا اور ثالث سے رعایت مخارج کا ماہیت تجوید ہونا ثابت ہے،پس مجموعۂ روایات بالا واشعار ہذا سے معلوم ہوا کہ جواز بمعنی صحت صلوٰۃ اور جواز بمعنی رفع اثم دونوں متلازم نہیں، نہ صحت صلوٰۃ مستلزم رفع اثم کو ہے اور نہ وجود اثم مستلزم فساد صلوٰۃ کو ہے۔

امر سوم:

فی الدر المختار :وإلا(غيرالألثغ به) أی بالألثغ (علٰی الأصح)كما فی البحرعن المجتبی، وحررالحلبی وابن الشحنة أنه بعد بذل جهده دائمًا حتمًا كالأمی فلايؤم إلا مثله ولاتصح صلاته إذاأمكنه الاقتداء بمن يحسنه.

فی ردالمحتار :أی يحسن ما يلثغ هو به أويحسن القرآن، وهٰذا مبنی علٰی أن الأمی إذاأمكنه الإقتداء يلزمه،وفيه كلام ستعرفه.(۳)

---

(۱) باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها،انيس

(۲) باب التجويد: ۱۱،دارالمغنی للنشروالتوزيع،انيس

(۳) الدرالمختار مع ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب الإمامة: ۱/ ۵۸۲،مطلب فی الألثغ

ثم قال بعد أوراق تحت قول الدر المختار: (بخلاف حضور الأمي بعد افتتاح القاري إذا لم يقتد به وصلّى منفردًا فإنها تفسد في الأصح، آه) ما نصه: وهو مخالف لما قبله الذي صححه في الهداية، فإن ماقبله شامل لما إذا شرعا معًا أو افتتح الأمي أولا، ثم القاري أو بالعكس، إلى قوله والتحقيق الأول الذي في الهداية، إلخ. (۱)

اس سے الثغ کا مثل امی کے ہونا اور امی کی نماز کا منفرداً صحیح ہونا علی الراجح معلوم ہوا، اب بعد تحقیق امور ثلثۃ مؤیدہ بالدلائل والروایات کے جاننا چاہئے کہ حروف کے صحیح ادا نہ کرنے میں ابدال حرف بحرف ہے، جس کا حکم بضمن تحقیق امر اول عبارت خلاصہ سے معلوم ہو چکا کہ تغیر معنی کی تقدیر پر تعمداً موجب فساد صلوٰۃ ہے اور عدم تمیز یا جریان علی اللسان کی صورت میں مفسد نہیں ہے، پس جو لوگ بوجہ مشق وریاضت نہ ہونے کے ان میں تمائز نہیں کر سکتے، ان کی نماز صحیح ہو جاتی ہے اور بایں معنی معذور ہیں؛ لیکن یہ ضرور نہیں کہ بمعنی عدم اثم بھی معذور ہوں، جیسا امر دوم میں بیان کیا گیا؛ بلکہ تصحیح میں سعی کرنا اس کے ذمہ واجب ہے اور ظاہراً (۲) یہی معلوم ہوتا ہے کہ صحیح ادا کرنے والے کی نماز ایسے شخص کے پیچھے صحیح نہ ہوگی، جب کہ معنی میں تغیر آ جاوے گو خود المعنی المذکور معذور سمجھا جاوے اور مقتضا قواعد کا یہ ہے کہ اس حالت خاص میں ایسے قاری کے شریک صلوٰۃ ہوتے ہوئے اور مقتدیوں کی نماز بھی اس غلط خواں کے پیچھے صحیح نہ ہوگی، جیسا امر سوم سے مفہوم ہوتا ہے؛ لیکن یہ کہنا کہ اگر اس نے تصحیح کی کوشش نہیں کی تو خود اس شخص کی نماز بھی صحیح نہیں، غلط ہے، جیسا امر سوم میں احقر نے اس کی تصریح کر دی ہے اور ظاہر بھی ہے؛ کیوں کہ امی میں کسی نے نہیں کہا کہ اگر وہ سعی نہ کرے تو اس کی نماز صحیح نہیں، پس جب یہ شخص مثل امی کے ہے تو اس کے عدم صحت صلوٰۃ کی کوئی وجہ وجیہ نہیں معلوم ہوتی، پس حکم فساد صلوٰۃ کا میرے نزدیک ماؤل ہے کسی تاویل مناسب کے ساتھ، رہا یہ امر کہ ظالین سے نماز فاسد نہ ہوگی، دالین سے ہو جاوے گی، اس کا مبنی یہ سمجھنا کہ ظا اور ضاد میں مشابہت ہے اور قاضی خاں کے جزئیہ سے اس کو مؤید کرنا اور اس بنا پر یہ حکم کرنا کہ ہر جگہ ظاء پڑھنا چاہئے یہ صحیح نہیں، کیوں کہ قاضی خاں ہی میں دوسرے جزئیات اس مبنی کو منہدم کرتے ہیں، چنانچہ مجھ کو یاد پڑتا ہے کہ اس میں غیر المغضوب علیہم اور والعادیات ظبحا پڑھنے کو مفسد صلوٰۃ کہا ہے۔ اس وقت کتاب (۳) موجود نہیں، ورنہ علی الجزم لکھا جاتا؛ لیکن ایسے جزئیات اس میں بالیقین مذکور ہیں۔ پس

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۵۹۳، قبل مطلب الأخذ بالصحيح أولى من الأصح (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب: الأخذ بالصحيح أول من الأصح، انيس)

(۲) یہ پہلی رائے ہے کہ جو بطور استنباط کے قائم کی گئی تھی اس کے بعد کے فتوے میں جو (سوال نمبر: ۲۲۰ پر) واقع ہے اس سے رجوع کیا گیا ہے۔ (تصحیح الاغلاط: ص ۲۰)

(۳) یہ روایات فصل فی التجوید کے سوال اول کے جواب میں مذکور ہیں اب جزم ہو گیا۔

اگر مبنی مذکور صحیح ہوتا تو اس باب میں جمیع موارد ضاد کے برابر ہوتے اور اس فرق کی کوئی وجہ نہ ہوتی۔ پس معلوم ہوا کہ اس کی کوئی اور وجہ ہے جس کو احقر نے اپنی بعض تحریرات (۱) میں ذکر بھی کر دیا ہے اور فقہا کا حکم عدم فساد بالظاء کا اس صورت میں ہے جب عمداً نہ ہو چنانچہ وإن لم یکن إلا بمشقة کہنا خود اس کی دلیل ہے اور اگر عمداً ہو تو فساد میں شبہ نہیں چنانچہ دوسری جزئیات (۲) قاضی خاں کی اس پر مبنی ہیں اور امر اول کی تحقیق میں خلاصہ سے اس کی تصریح کی گئی ہے اور وہ عبارت مطلق ہے کسی حرف کے ساتھ مقید نہیں۔ غرض تقریر مذکور سے معلوم ہوا کہ قصداً ایسا نہ کرے اور اگر بلا قصد بوجہ عدم مشق پڑھا گیا، خواہ پھر کچھ ہی ادا ہو تو خود اس کی نماز ہو جاوے گی؛ لیکن صحیح خواں کی امامت نہ کرے؛ بلکہ صحیح خواں جو مسائل ضروریہ سے واقف ہو وہ احق بالامامت ہے، جیسا سب امور مفصل و مدلل بفضلہ تعالیٰ مرقوم ہو چکے، اس تقریر سے اجمالاً اکثر سوالات کا جواب نکل آیا مگر سہولت کے لئے سب سوالات باقیہ کا جواب فرادیٰ فرادیٰ لکھا جاتا ہے۔

(۱) **أداء الحروف من المخارج مع الصفات، كما مر من الجزرية**. (۳)

(۲) جس کو قدر "**مـايـجـوز بـه الصلاة**" یاد نہ ہو، وہ امی ہے، (۴) اور جس طرح عام طور پر لوگ قرآن پڑھتے ہیں، یہ حکم صحت صلوٰۃ میں صحیح ہے۔ (**كما يفهم من الفتوى الآتية**)

(۳) **كالأمّي** ہیں۔ (۵)

(۴) نہیں اور نہیں۔

(۵) قاری جو مسائل ضروریہ سے واقف ہو امامت میں اقدم ہے۔

(۶) خود تو اس کی نماز صحیح ہے، **كما مر في الأمر الثالث**، البتہ صحیح خواں کا امام نہ بنے۔

(۷) و (۸) و (۹) و (۱۰) وجوب مسلم ہے اور اس کی ترک سعی میں گناہ بھی ثابت؛ لیکن عدم صحت صلوٰۃ غیر مسلم ہے، جیسا امر ثالث میں بیان ہوا اور امر اول میں روایات مذکور ہو چکیں اور جب کہ یہ مسائل اختلافی ہیں تو بعض روایات کو لینے میں نہ قاری صاحب پر ملامت ہے، نہ دوسروں پر۔

(۱۱) جب تک صحیح نہ ہو جاوے **كالأمّي** ہے۔

(۱۲) احتیاط جائز ہے۔

(۱۳) جب اس نے روایات عدم صحت پر عمل کیا تو فجر اور عصر کا اعادہ بھی جائز ہے، واللہ اعلم وعلمہ اتم

۲۱ رصفر ۱۳۲۲ھ۔ (امداد صفحہ ۱۷۷ ج ۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/ ۲۳۵-۲۴۷)

(۱) اس سے مراد وہی جواب سوال اول فصل فی التجوید کا ہے۔
(۲) یہ جزئیات فصل فی التجوید کے سوال اول کے جواب میں منقول ہیں۔
(۳) یہ تجوید واجب ہے۔ انیس
(۴) یہاں پر تصحیح الاغلاط صفحہ: ۲۰ سے تغیر کیا گیا ہے۔
(۴) اس سے فتویٰ آئندہ سوال: ۲۲۰ میں رجوع کیا گیا ہے۔

تحقیق متعلق فتوی بالا:

سوال: جناب والا احقر نے جب سے کہ اس فتوے کو دیکھا ہے، جس کو مولوی کفایت حسین صاحب نے درباره قرأت حضور والا کے پاس سے منگایا ہے، اسی وقت سے سخت پریشان ہوں، اگر چہ حکم صاف ہے، مگر واسطے تسکین خاطر کے، اس کے متعلق چند امور دریافت کرتا ہوں، جبکہ یہ بات قرار پائی کہ تجوید فرض ہے اور خاص کر حرف ضاد کو مخرج سے نہ نکالنے والے مثل امی کے ہیں اور ایسے شخص کی اقتداء اگر قاری جو اس حرف کو مخرج سے نکالتا ہے، کرے گا تو نماز کسی کی بھی نہ ہوگی، تو اب ایسی حالت میں اگر یہ قاری جماعت علما میں ہو تو کیا کرے، آیا ان کو اطلاع کرے، مگر اس میں سخت سوء ادبی ہے اور صورت تعالیٰ ہے اور بعض جگہ اندیشۂ فساد ہے، یا اطلاع نہ کرے تو اس میں موافق فتوے کے سب کی نماز فاسد ہے، یا یہ شخص جماعت میں شریک نہ ہو اور ترک جماعت کرے؟ غرض کیا کرے، حضور مجھ کو تشویش لاحق ہے، وہ بہت سخت ہے کہ جس کا زبان تک لانا نہایت گراں ہے؟

الجواب

فی الدرالمختار: (و) لا (غير الألثغ به) أی بالألثغ (علٰى الأصح) (إلٰى قوله) وكذا من لا يقدر علٰى التلفظ بحرف من الحروف أو لا يقدر علٰى إخراج الفاء إلا بتكرار.

فی ردالمحتار: (قوله: علٰى الأصح) أی خلافًا لما فی الخلاصة عن الفضلی من أنها جائزة لأن ما يقوله صار لغة له أو مثله فی التاترخانية وفی الظهيرية: وإمامة الألثغ لغيره تجوز، وقيل لا، ونحوه فی الخانية عن الفضلی وظاهره اعتمادهم الصحة، وكذا اعتمد صاحب الحلية، قال: لما أطلقه غير واحد من المشايخ من أنه ينبغی له أن لا يؤم غيره، ولما فی خزانة الأكمل: وتكره إمامة الفأفأ، ولٰكن الأحوط عدم الصحة كما مشى عليه المصنف. وفيه بعد أسطر (تتمة): سئل الخير الرملی عما إذا كانت اللثغة يسيرة، فأجاب بأنه لم يرها لأئمتنا، وصرح بها الشافعية بأنه لو كانت يسيرة بأن يأتی بالحرف غير صاف لم تؤثر، قال: وقواعدنا لا تأباه آه. وبمثله أفتٰى تلميذ الشارح المرحوم الشيخ إسماعيل الحائك مفتی دمشق. (ردالمحتار: ۳۹۲/۱، مجتبائی)(۱)

فی الهندية: وإن جرٰى علٰى لسانه أو كان لا يعرف التمييز لا تفسد وهو أعدل الأقاويل، والمختار، هكذا فی الوجيز للكردری. (۲)

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار: مطلب فی الألثغ: ۵۸۲/۱ (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی الألثغ، مطلب إذا كانت اللثغة يسيرة، انيس)

(۲) الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل السادس فی زلة القاری، انيس

ان روایات سے معلوم ہوا کہ جس طرح اکثر عوام الناس کہ بہت سے خاص بھی قرآن پڑھتے ہیں، اس طرح کہ پڑھنے والوں کی امامت میں بھی گنجائش ہے اور عموم بلویٰ کی وجہ سے ان روایات پر عمل جائز ہے اس لئے میرے نزدیک صورت مسئولہ میں نماز صحیح ہوجاتی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

(امداد صفحہ: ۱۲۵، ج:۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۲۴۷-۲۴۸) ☆

☆ **نماز اور خطبہ میں مندرج اغلاط کا حکم:**

سوال: کیا مندرج اغلاط سے نماز اور خطبہ ہوجاتا ہے۔

الجواب

خطبہ ہوجاتا اور نماز میں احتیاط تو یہ ہے کہ فساد کا حکم دے کر اعادہ کردیا جاوے؛ لیکن بوجہ عموم بلویٰ ہونے کے جواز کا حکم دیا جاتا ہے۔ (**كما في الدر المختار: ولو زاد كلمة أو نقص كلمة أو نقص حرفاً...لم تفسدما لم يتغير المعنى ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/۶۳۲، طبع ایچ ایم سعید، کراچی**)

وأيضًا في التاتار خانية: الخطاء إذا دخل في الحرف، لا تفسد؛ لأن هذا بلوىٰ عامة الناس لا يقيمون الحرف ولا يمكنهم إقامتها إلا بمشقة. (نوع آخر في زلة القاري، الفصل الأول: ۱/۴۷۸، طبع إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراتشي)

وأيضًا في الهندية: (ومنها) زيادة حرف إن زاد حرفاً فإن كان لا يغير المعنىٰ لا تفسد صلاته عند عامة المشايخ نحو أن يقرأ وانهىٰ عن المنكر بزيادة الباء هكذا في الخلاصة. (كتاب الصلاة ،الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الخامس في زلة القارى: ۱/۷۹، طبع بلوچستان بک ڈپو کوئٹۃ) (فتاویٰ)

کیا نماز میں مندرج اغلاط باعث تکفیر ہے:

سوال: مسلمان سامعین پر اس قسم کی تخفیف یا اضافہ کس قدر تکفیر کا باعث ہیں۔

الجواب

اس میں تکفیر نہیں ہے، (**كما في ردالمحتار: وأما المأخرون كابن مقاتل...فاتفقوا أن الخطأ في الإعراب لا يفسد مطلقاً ولو اعتقاده كفرًا؛ لأن أكثر الناس لا يميزون بين وجوه الإعراب. (كتاب الصلاة، مطلب مسائل زلة القارى: ۲/۴۷۴، طبع مكتبة رشيدية، كوئٹۃ بلوچستان. (باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، انيس)**

وكذا في فتاوىٰ قاضيخان: واختلف المتأخرون في ذلک قال محمد بن مقاتل...لا تفسد صلاته وما قاله المتقدمون الأحوط؛ لأنه لو تعمد يكون كفراً وما يكون كفرًا لا يكون من القرآن وما قاله المتأخرون أوسع؛ لأن الناس لا يميزون بين إعراب وإعراب فلا تفسد الصلاة وهذا علىٰ قول أبي يوسف رحمه الله تعالى ظاهر؛ لأنه لا يعتبر الإعراب عرف ذلک في مسائل. (كتاب الصلاة، فصل في قراءة القرآن خطأوفي الأحكام المتعلقة بالقراءة: ۱/۱۳۹، طبع مكتبة علوم اسلامية چمن بلوچستان)

وأيضاً في الهندية، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الخامس في زلة القارى: ۱/۸۱، طبع مكتبة علوم إسلامية چمن بلوچستان)

==

قراءت میں زبر کی جگہ الف، پیش کی جگہ واؤ پڑھنے کا حکم:

سوال: امام اگر نماز پڑھا رہا ہے اور اس نے قراءت کی بہت سی غلطیاں بھی کیں، مثلاً کہیں الف چھوڑ کر الف کی جگہ زبر بڑھا دیا جیسے "**الحمد للّٰہ**" بالالف کی بجائے بالفتحہ "**الحمد للّٰہ رب العالمین**" پڑھ دیا اور اسی طرح جہاں مد نہیں، وہاں مد کر دیا، جیسے "**إیاک نعبد**" بالضم کے بجائے "**إیاک نعبدو**" بالمد پڑھ دیا اور کہیں حروف کی ادائیگی میں کھینچ دیا اور کہیں ضاد کے بجائے دال پڑھ دیا۔ غرضیکہ پانچوں وقت ایسے ہی نماز پڑھاتا ہے تو کیا نماز بالکل درست ہے یا نماز فاسد ہو جائے گی؟ اگر فاسد ہو جائے گی، تو وجہ فساد کیا ہے؟ مفصل و مدلل تحریر فرمائیں۔ اور یہ بھی بیان فرمائیں کہ اب تک جو اس امام کے پیچھے نماز پڑھی گئی ہے تو فساد کی صورت میں کیا ساری کی ساری نمازوں کا اعادہ ضروری ہے یا عدم علم کی وجہ سے نماز ہوگئی اور اب اعادہ کی ضرورت نہیں؟ واضح طور پر بیان فرمائیں تشفی بخش جواب سے نوازیں کرم ہوگا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

صورتِ مسئولہ میں نماز ہو جائے گی۔

"**ولو قرأ إیاک نعبد وأشبع ضم الدال حتی یصیروا وا لم تفسد صلاتہ**". (۱)

اس لئے کہ اس میں اس انداز کی غلطیوں سے بچنا عوام کے لئے بہت مشکل ہے؛ لیکن بعض سورتوں میں بعض جگہوں پر نماز فاسد بھی ہو جاتی ہے، اس لئے امام پر لازم ہے کہ فوراً قرآن کی تصحیح پر توجہ دے اور کسی صحیح پڑھنے والے سے الفاظ کی تصحیح کروالے، چونکہ تصحیح مخارج بھی ضروری ہے، اسی وجہ سے حضرات قراء فرماتے ہیں:

والأخذ بالتجوید حتم لازم ☆ من لم یصحح القرآن آثم (۲)

اور حدیث پاک میں ہے:

"**من لم یتغن بہ فلیس منا**". (۳)

== البتہ ان کو صحیح کرنا اور غلط سے بچنا لازم ہے۔ (فتاویٰ)

(۱) الفتاوی الخانیة علی هامش الفتاوی الهندیة: ۱۴۱/۱ (کتاب الصلاة، فصل فی قراءة القرآن خطأ وفی الأحکام المتعلقة بالقرآءة، انیس)

(۲) المقدمة الجزریة، باب التجوید: ۱۱، دار المغنی للنشر والتوزیع، انیس

(۳) سنن ابن أبی ماجة، کتاب إقامة الصلاة والسنة فیها، باب فی حسن الصوت بالقرآن (ح: ۱۳۳۷)/ الصحیح للبخاری، باب من لم یتغن بالقرآن (ح: ۷۵۲۷) انیس

یعنی تصحیح مخارج کے ساتھ قرآن پاک پڑھنا ضروری ہے، جو قرآن پاک بغیر تصحیح مخارج کے پڑھے، گنہگار ہوگا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: بندہ عبدالحلیم۔حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۱۱۲/۴۔۱۱۳) ☆

عوام میں غیر معروف طریقہ سے تلاوت جائز نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی میں ان پڑھوں کی اکثریت ہے اور اَن پڑھوں کے سامنے جس طرح قرآن پاک تحریر ہے، عین اسی طرح پڑھے تو صحیح سمجھتے ہیں، اگر روایت کے ساتھ مثلاً: "**قل هو الله أحد**" کو "**أحدن اللّٰه الصمد**" پڑھے تو امام صاحب پر وہ مقتدی اعتراض کرتے ہیں، اس صورت میں امام صاحب کو کیا کرنا چاہیے، آیا "**اللّٰه الصمد**" جیسا کہ معروف ہے، اسی طرح پڑھے، یا کہ غیر معروف "**نِ اللّٰه الصمد**" پڑھے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

عوام میں غیر معروف طریقہ سے قرآن کریم پڑھنے میں، انتشار اور بدگمانی پیدا ہوتی ہے، اس لیے جائز نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم (احسن الفتاویٰ: ۸۱/۳)

☆ نماز میں حرف صحیح نہ پڑھنے کا حکم:

سوال: الحمد میں "ح" کے بجائے "ہ" پڑھ دیا تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

نماز ہو جائے گی لیکن اصل یہ ہے کہ اس کو معروف پڑھا جائے۔

"**وفي التاترخانية عن الحاوي: "حكي عن الصفار أنه كان يقول: الخطاء إذا دخل في الحروف لا يفسد؛ لأن فيه بلوىٰ عامة الناس، لأنهم لا يقيمون الحروف إلا بمشقة آه، وفيها: إذا لم يكن بين الحرفين اتحاد المخرج ولا قربه إلا أن فيه بلوىٰ العامة كالذال مكان الصاد، أو الزاي المحض مكان الذال والظاء مكان الضاد لا تفسد عند بعض المشايخ إلخ، قلت: فينبغي علىٰ هذا عدم الفساد في إبدال الثاء سيناً والقاف همزة كما هو لغة عوام زماننا، فإنهم لا يميزون بينهما ويصعب عليهم جداً كالذال مع الزاي، ولا سيما علىٰ قول القاضي أبي عاصم وقول الصفار**". (ردالمحتار: ۴۲۵/۱۔۴۲۶ (باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: إذا قرأ قوله "تعالىٰ جدك" بدون ألف لا تفسد، انيس)

عبارت مذکورہ بالا سے یہ معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں نماز ہو جائے گی البتہ تصحیح کی کوشش ضروری ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔(حبیب الفتاویٰ: ۱۱۳/۴۔۱۱۴)

"یصفون" کیسے پڑھیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ میں کہ ﴿سبحان ربک رب العزة عما یصفون﴾ لیکن بعض علما سے "یاصفون" کیا گیا، " وسلم علی المرسلین" خطبہ میں " والسلام علی المرسلین" پڑھ دیتے ہیں، اسی طرح تکبیر میں "ألـلّٰـه کبر اللّٰه أکبر لا اله الا اللّٰه وللّٰه الحمد" درمیان سے " اللّٰه أکبر" چھوڑ دیا جاتا ہے، صحیح معنیٰ تحریر فرماویں اور غلط پڑھنے کی صورت میں جو معنیٰ تغیر آتا ہے، آگاہ کریں؟

الجواب

"یاصفون" مہمل لفظ ہے، جس کا کوئی معنیٰ نہیں ہے، نیز "والسلام المرسلین" بھی فحش غلطی ہے، اس کا بھی کوئی معنیٰ نہیں بنتا، اس لئے اگر ایسے جاہل اور ناخواندہ امام کا جہل اپنے لئے عذر ہو بھی جائے؛ لیکن دوسروں کو ایسا امام ہرگز نہیں رکھنا چاہیے۔(۱) (فتاویٰ)

"اللّٰه أکبر" کے ہمزہ کو کھینچنا مفسدِ صلوٰۃ ہے:

سوال: ایک امام رکوع وغیرہ میں جاتے وقت " آللّٰه آکبر" کہتے ہیں، نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب

"اللّٰه" کی ہمزہ پر اور اسی طرح "أکبر" کے ہمزہ پر مد کرنا خطا مفسد صلوٰۃ ہے، اس سے احتراز لازم ہے۔(۲)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۷۶/۲)

☆☆☆

(۱) کما فی تنویر الأبصار مع الدر المختار: (والأحق بالإمامة)... (الأعلم بأحکام الصلاة)... (ثم الأحسن وتلاوة) وتجویداً (للقراء ة ثم الأورع). (کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱، طبع ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الهندية: الأولٰی بالإمامة أعلمهم بأحکام الصلاة هذا...إذا علم من القراء ة قدر ما تقوم به سنة القراء ة ... ویجتنب الفواحش الظاهرة. (کتاب الصلاة، الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثانی فی بیان من هو أحق بالإمامة: ۸۳/۱، طبع بلو چستان، کوئٹہ)

(۲) إذا (أراد الشروع فی الصلاة کبر، الخ) (بالحذف) إذ مدّ أحدی الهمزتین مفسد، وتعمده کفر. (الدر المختار علٰی صدر رد المحتار، باب صفة الصلاة، آداب الصلاة: ۴۴۸/۱، ظفیر)

وفی المبسوط: ولو مد ألف اللّٰه لا یصیر شارعاً وخیف علیه الکفر إن کان قاصداً وکذا لو مد ألف أکبر. (البیانة شرح الهداية، التکبیر قبل الرکوع وبعد الرفع منه: ۲۲۱/۲، دار الکتب العلمية بیروت. انیس)